شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند
زین قند پارسی کہ بہ بازار می رود

عطر دیوان حافظ

سنہ ۱۳۳۹ھ

مرتبہ

جناب مولوی ابوالحسن صاحب صدیقی بدایونی
پنشن یافتہ چیف جج سرکار نظام خلد اللہ ملکہ

مطبوعہ

نظامی پریس بدایوں

نظام الدین حسین پرنٹر و پبلشر

قیمت [illegible]

سنہ ۱۹۲۱ء

اعجاز القرآن

(مصنفہ مولوی محمد ابوالحسن صاحب صدیقی بدایونی پنشن یافتہ سرکار نظام خلد اللہ ملکہ)

یہ رسالہ اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو عرصہ ہوا ملک کے مختلف رسائل و اخبارات میں طبع ہو کر مقبول عام ہو چکے ہیں اور اسی مقبولیت کی وجہ سے اُن کو بطور رسالہ دو مرتبہ طبع کرانے کی ضرورت ہوئی اور ان مضامین کا انگریزی ترجمہ بھی چھپ کے ممالک غیر میں شایع ہوا اس رسالہ میں انوکھے طرز استدلال سے قرآن مجید کو اس کی اندرونی شہادت سے منزل من اللہ ثابت کیا گیا ہے کاغذ اور چھپائی نہایت عمدہ خواہ اُردو خواہ انگریزی قیمت فی جلد ۸ مقرر ہے مصنف سے ذیل کے پتے سے مل سکتی ہیں۔

مولوی ابوالحسن صدیقی بدایونی قسر شوری محلہ بدایوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہتمم مطبع کی طرف سے

گزارش

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد
بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

گزشتہ چند سال میں مطبع نظامی سے کلیات شیفتہ اور اُس کے بعد **سید راس مسعود صاحب بی اے آکسن** کی تحریک سے اردو دیوان غالب کے تین نفیس اڈیشن چھپکر نکل چکے ہیں اور دیگر اساتذہ اردو کے کلام کو صحت اور نفاست کے ساتھ چھاپنے کا انتظام ہو رہا ہی چنانچہ میر انیس کے مراثی کی پہلی جلد چھپ رہی ہی خواجہ میر درد اور مومن کے دیوانوں کی صحت کا کام جاری ہی۔ اردو کے اساتذہ کے کلام کی اشاعت و طباعت بجائے خود ایک بڑا کام ہی اس لیے باوجود بعض احباب کے اصرار کے مجھے فارسی شعرا کے کلام کے طبع کرنے کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہ ملا لیکن میرے صاحب التعلیم

ہم وطن بزرگ قوم مولوی **ابوالحسن** صاحب صدیقی بدایونی پنشنر چیف جج سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کے **اُس** ذوق و شوق کی بدولت جو آپ کو خواجہ حافظ کے کلام سے ہی نظامی پریس کو آج یہ شرف حاصل ہو گیا کہ فارسی اساتذہ میں سے آج اُس شاعر کے دیوان کا لب لباب:

۱؎ مولوی صاحب موصوف نسباً صدیقی شیخ ہیں آپ حضرت ابوبکر صدیق سے اکتیسویں پشت میں ہیں آپکا خاندان بدایوں میں شیوخ فرشوری کے نام سے مشہور ہے اس خاندان کے مورث اعلیٰ فرشور سے جو مصر کے قریب ایک مقام تھا سادات زیدیہ کے ہمراہ سلطان شمس الدین کے عہد ۱۲۱۰ء میں دہلی آئے اور وہاں سے بلگرام پہونچے اور سنہ ۶۹۰ھ ۱۲۹۱ء میں جبکہ سلطان سید علاء الدین بادشاہ دہلی بدایوں میں تھے اُن کے مورث شیخ کمال الدین فرشوری بلگرام سے بدایوں آئے مولوی صاحب موصوف مولوی عزیز الدین صاحب کے جو منصفی کے عہدہ پر ممتاز رہے ہیں اور جن کو فن شعر میں مرزا غالب دہلوی سے تلمذ حاصل تھا فرزند اکبر ہیں سنہ ۱۲۷۰ھ ۱۸۵۴ء میں بمقام بدایوں پیدا ہوئے مختلف اساتذہ سے فارسی عربی کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد بریلی کالج اور میور سنٹرل کالج الہ آباد میں بی اے تک انگریزی کی تعلیم پائی تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۸۷۵ء میں جب علیگڈھ میں مدرسۃ العلوم کا اجرا ہوا آپ اُس کے سب سے پہلے ماسٹر مقرر ہوئے اُسی زمانہ میں جب سر سید مرحوم وائسرائے ہند کی کونسل کے رکن منتخب ہوئے تو اُن کے ساتھ بطور اُن کے پرائیویٹ سکرٹری کے کام کرتے رہے تقریباً چار سال تک آپنے اس خدمت کو انجام دیا سنہ ۱۸۸۲ء سے آخر اپریل ۱۸۸۸ء تک ہائی کورٹ الہ آباد میں بطور گورنمنٹ ٹرانسلیٹر سرکاری مترجم کے کام کیا اُس کے بعد مئی ۱۸۸۹ء میں حیدرآباد میں جا کر سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کی ملازمت میں منسلک ہوئے اور سب سے پہلے مدار المہامی کے اسٹاف میں شامل ہو کر صیغہ راز میں مامور ہوئے چیف جج کے عہدے تک ترقی پائی اور ۱۹۰۹ء میں وظیفہ حاصل کیا۔ اب وطن میں خانہ نشین ہیں سنہ ۱۹۱۶ء

ندرشا یقین کرتا ہی جس کو فارسی نظم میں غزل کا بادشاہ مانا گیا ہے اور جس کا کلام سوز و گداز اور درد سے بھرا ہوا ہے۔ حافظ ہی کے کلام کو یہ خصوصیت حاصل ہی کہ پانسو برس سے زیادہ مدت گزر جانے کے بعد آج بھی اُن کے اشعار میں ایک خاص لطف پایا جاتا ہے مردہ طبیعتوں میں اُن کے پڑھنے سے ایک جوش پیدا ہوتا ہی حافظ کے یہاں ایسے شعر بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں جو انسان کو اعلیٰ درجہ کا اخلاق سکھانے میں استاد کا کام دیتے ہیں سلاست اور روانی کو حافظ کے تخیل کا زیور سمجھنا چاہیئے یہی وجہ ہے کہ حافظ کے بہت سے اشعار یا مصرعے ضرب الامثال کے درجہ پر پہونچ گئے ہیں اور نہ وہ صرف فارسی ادب میں مستعمل ہیں بلکہ اردو ادب کے مضمون نگار یا مصنف بھی اس سے مستغنی نہیں مثلاً

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است — با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲) جب بدایوں میں مسلم اسلامیہ ہائی اسکول قائم ہوا تو تین سال کے لیے آپ اس کے پہلے معتمد اعزازی منتخب ہوئے۔ اعجاز القرآن جس میں کلام مجید کے فلسفیانہ نکات بیان کیے گئے ہیں آپ کی تصنیف سے ہے اس مفید رسالہ کا انگریزی ترجمہ بھی آپ نے کیا تھا جو چھپکر ممالک غیر میں شائع ہوا اس ترجمے میں فارسی کے ان تمام اشعار کا جو اصل کتاب میں جا بجا آئے ہیں انگریزی نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے حال میں آپکی ایک دوسری کتاب "تنقید لسان الغیب" شائع ہوئی ہو فارسی زبان اور شعر و سخن کا آپ کو اعلیٰ مذاق ہی۔ شاعر نہیں ہیں لیکن طبیعت موزوں پائی ہے۔ فن عروض میں کمال حاصل ہی۔

۲ے حافظ کا سال وفات (۷۹۱ھ) خاک مصلےٰ سے نکلتا ہے ۱۲

۶ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

۶ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

۶ ایں کہ می بینم بہ بیداری است یارب یا بہ خواب

ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست ‌‌ ‌ در حضرت کریم تمنا چہ حاجت است

۶ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

مباش در پے آزار و ہر چہ خواہی کن ‌ ‌ ‌ کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست ‌ ‌ ‌ کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس ‌ ‌ ‌ در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

۶ عیب سے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

کس ندانست کہ منزل گہ مقصود کجاست ‌ ‌ ‌ ایں قدر ہست کہ بانگ جرس می آید

۶ دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآں خوانند

آسماں بار امانت نتوانست کشید ‌ ‌ ‌ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

۶ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ‌ ‌ ‌ یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند ‌ ‌ ‌ چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ‌ ‌ ‌ کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو ‌ ‌ ‌ کہ مستحق کرامت گناہگارانند

۶ نه هر که سر بتراشد قلندری داند

واعظاں کیں جلوه بر محراب و منبر میکنند — چوں به خلوت میروند آں کارِ دیگر میکنند

توبه فرمایاں چرا خود توبه کمتر میکنند

نصیحتے کنمت بشنو و بهانه مگیر — هر آنچه ناصح مشفق بگویدت بپذیر

ما قصهٔ سکندر و دارا نخوانده ایم — از ما بجز حکایت مهر و وفا مپرس

رموز مصلحت ملک خسرواں دانند — گدائے گوشه نشینی تو حافظا مخروش

یا مکن با پیلباناں دوستی — یا بنا کن خانهٔ در خورد پیل

در پس آئینه طوطی صفتم داشته اند — آنچه استاد ازل گفت همان میگویم

ما و یاراں را چشم یاری داشتیم — خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

ایں چه شوریست که در دور قمری بینم — همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم

اسپ تازی شده مجروح بزیر پالاں — طوق زریں همه در گردن خرمی بینم

۶ مطرب خوش نوا بگو تازه بتازه نو بنو

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست — کفرست دریں مذهب خود بینی و خود رائی

برو ایں دام بر مرغ دگر نه — که عنقا را بلند است آشیانه

در ره منزل لیلی که خطرهاست بجاں — شرط اوّل قدم آنست که مجنوں باشی

ایں خرقه که من دارم در رهن شراب اولے — ویں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولی

تکیه بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف — مگر اسباب بزرگی همه آماده کنی

دیوان حافظؒ کے اس انتخاب سے جس کو آیندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائینگے
مولوی ابوالحسن صاحب موصوف کے مذاق سلیم کا پتہ چلتا ہے۔ انھوں نے
۴۵ سال تک حافظؒ کے کلام کا مسلسل مطالعہ کیا ہے جس سے اُن کو کلام
حافظؒ سے ایک خاص مناسبت پیدا ہوگئی ہے اور اس کثرت مطالعہ کے باعث
وہ سچ مچ دیوانِ حافظؒ کے حافظ ہوگئے ہیں۔ بلا مبالغہ اُن کو سارا دیوان قریب
قریب ازبر ہے۔ صاحبان بصیرت و ذوق اس انتخاب کو پڑھکر جس کو
بجا طور پر "عطرِ دیوان حافظ" کہا گیا ہے ایک خاص لطف حاصل کریں گے شاید
کہا جائیگا کہ یہہ انتخاب محشّٰی کیوں نہ شائع کیا گیا۔ لیکن۔ لسان الغیب[1] کے
ہوتے ہوئے جس کی کمی کو قابل مولف کی تنقید لسان الغیب نے جو حال ہی
میں چھپکر شائع ہوئی ہے پورا کر دیا ہے اس خلاصہ کے ساتھ نوٹ دینے کی
ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اس انتخاب کی طباعت میں صحت کا خاص اہتمام
کیا گیا ہے خود صدیقی صاحب مولف انتخاب ہذا نے اس کو اپنے اُس نسخے
سے (جس کو انھوں نے ۴۵ سال گزشتہ کی محنت سے مختلف نسخوں کو مہیا کرکے صحیح
کیا ہے) نقل کرکے کاتب مطبع ہذا کو لکھنے کو دیا اسکے بعد کاتب کی غلطیوں کو انھوں نے
اپنی نگرانی میں درست کرایا۔ سب سے آخر میں پروفوں کی تصحیح کرنے کی تکلیف اُٹھائی
غرض کہ یہ انتخاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک خاص چیز ہے۔ اس

[1] یہہ دیوان حافظ کی بہترین شرح ہے جو اردو زبان میں مولوی ولی اللہ صاحب بی۔ اے
ایل ایل بی (رائیٹ آباد) نے لکھی ہے۔

نسخے میں قریب قریب وہ تمام اشعار جن کی صورت بازاری نسخوں میں کاتبوں کے دستِ بیداد سے مسخ ہوگئی ہے صحت کے ساتھ درج کیے گئے ہیں صحت کے انتظام کے علاوہ ایسے وقت میں جبکہ سامان طباعت کے متعلق قریب قریب ہر چیز گراں ہو رہی ہے حتی الامکان اس کتاب کی ظاہری خوشنمائی کی طرف سے بھی لاپروائی نہیں برتی گئی ہے۔ کاغذ سفید چکنا اعلیٰ قسم کا استعمال ہوا ہے۔ لکھائی بھی دیدہ زیب ہے چھپائی میں اگر خوشرنگ جدولوں نے اس کے حسن کو نہیں بڑھایا ہے تو سادگی اور یکسانیت نے دلفریبی کی شان ضرور پیدا کر دی ہے جس سے وہ ملک کے جدید تعلیم یافتہ جماعت کے جس کو علوم جدیدہ کے ساتھ مشرقی مذاق کی کتابوں کو بھی اپنے کتاب خانوں میں رکھنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ پسند کے قابل بن گیا ہے میں نے تفاؤل کے طور پر "عطر دیوان حافظ" کی قبولیت کے متعلق خود حافظ سے پوچھا جواب میں عنوان کا شعر ہاتھ آیا میں سمجھتا ہوں کہ اس انتخاب کی قبولیت عامہ کے لیے یہ فال نیک ہے اس کو ملک سے ضرور قبول عام کی سند ملیگی اور قابل مولف کی سعی مشکور ہوگی انشاء اللہ العزیز

خاکسار
نظامی بدایونی

نظامی پریس بدایوں
۱۵ر نومبر سنہ ۱۹۲۰ء

قطعۂ تاریخ از مولف

چو از ہمت و لطفِ فیضانِ حافظ — جواہر برآوردم از کانِ حافظ

کشیدم فرح بخش و مطبوع عطرے — ز گلہائے خوشبوئے بستانِ حافظ

شدم در سرِ فکرِ تاریخ ہجری — خرد گفت، گو عطرِ دیوانِ حافظ

۱۳۳۹ھ

مصرعۂ تاریخ سال عیسوی

عطرِ دیوانِ اشرف حافظ

۱۹۲۰

تمہید

من ز حافظ مغز را برداشتم
پوست بہر دیگراں بگزاشتم

خواجہ شمس الدین محمدؐ حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ کا کلام موعظت التیام رعلیٰ دنیا میں پانسو برس سے سرور بخش روح اہل مذاق رہا ہے۔ مجالس وجد و سماع و محافل رقص و سرود کی جان اور عارفان خدا اور صوفیان باصفا کا دین و ایمان رہا ہے انکے کلام کو پڑھ کر ہر شخص جو ذوق سلیم رکھتا ہے بیساختہ کہہ اٹھتا ہے

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ — بہ قرآنے کہ اندر سینہ داری

چونکہ فطرت انسانی کے ہر شعبے اور ہر پہلو پر یہ کلام حاوی ہے اس وجہ سے معتقدان حافظؔ اس سے تفاؤل کرتے اور اپنی مرادوں کے موافق جواب پاتے ہیں۔ یہ خصوصیت کسی دوسرے کلام انسانی میں اس درجہ تک نہیں ہے اگر فالوں کی جو کتب تواریخ میں درج ہیں یا جن کی روایتیں سینہ بسینہ ہم تک پہونچی ہیں تفصیل بیان کی جائے تو ایک بسیط رسالہ درکار ہوگا۔ انکا دیوان تصوف و معرفت۔ حکمت و موعظت۔ پند و نصیحت روانی و سلاست شوخی و ظرافت۔ رمز و کنایہ نغلی و مبالغہ و تلمیح و ضرب الامثال کا ایک بیش بہا

مجموعہ ہذا کی اکثر غزلوں میں تسلسل مضمون کی جھلک نظر آتی ہے کہیں کسی اہم مطلب کے ذہن نشین
کرنے کے واسطے تجاہل عارفانہ کی ایسی ادا پائی جاتی ہے جس کی نظیر کسی دوسرے
کلام میں نہیں مل سکتی۔ اس انتخاب میں ان ہی خصوصیات و اوصاف کے
نمونے موجود ہیں ان ہی خوبیوں کی وجہ سے جناب خواجہ صاحب جملہ
غزلگو شعرا کے بادشاہ تسلیم کیے گئے ہیں۔ انھوں نے خود بھی ایک جگہہ فرمایا ہے

خیال شاہی اگر نیست در سر حافظ — چرا بہ تیغ زبان عرصہ جہان گیرد

جناب خواجہ صاحب کی زندگی ہی میں اُن کا کلام ایران کے عرض و
طول میں شائع ہوگیا تھا چنانچہ فرماتے ہیں۔

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ — بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است
فکند زمزمۂ عشق در حجاز و عراق — نوای بانگ غزلہای حافظ شیراز

نہ صرف ایران ہی میں بلکہ ترکستان اور ہندوستان میں اونکا کلام پہنچ گیا تھا
چنانچہ فرماتے ہیں:۔

زشعر حافظ شیراز میگویند و می رقصند — سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

ہندوستان میں اُنھوں نے دو غزلیں اپنی زندگی میں بھیجی تھیں ایک
تو سلطان غیاث الدین شاہ بنگالہ کے پاس جسکا مطلع یہہ ہے:۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود — وین بحث با ثلاثۂ غسالہ می رود

دوسری غزل سلطان محمود بہمنی شاہ دکن کے پاس جسکا مطلع یہہ ہے:۔

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد　　　　بمے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد

غرضکہ ہمارا ملک حافظ رح کے کلام معجز نظام سے عرصہ دراز سے روشناس ہے راقم الحروف بھی ۹ سال سے اس دیوان کا مطالعہ کر رہا ہے اور اس کا ایک حصہ معتد بہ برزبان ہوگیا ہے جناب خواجہ حبیب صاحب کے کلام کے ساتھ بھی میرا شغف و انہماک جناب سید علیہ الرحمتہ اور جناب مسٹر محمود صاحب مرحوم کی فیضان صحبت کا نتیجہ ہے ان دونوں بزرگوں کو اس کلام سے بدرجہ غایت دلچسپی تھی۔

القصہ مجھے خیال ہوا کہ اگر دیوان حافظ کا ایسا انتخاب کیا جائے جس میں اعلیٰ درجہ کے سب اشعار مجتمع ہوجائیں تو وہ اصحاب جو فارسی نظم کا مذاق اور بالتخصیص کلام حافظ سے دلچسپی رکھتے ہیں اسکو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھینگے اور شیدایان حافظ اس کو آسانی برزبان کرسکینگے جناب خواجہ حبیب کا کل کلام مرصع ہے کیونکہ ایک مشہور روایت ہے کہ ایران کے ایک بادشاہ نے دیوان حافظ کا خلاصہ کرانا چاہا اور چار عالموں کو اس کام پر متعین کیا کہ اپنی اپنی رائے سے علیحدہ علیحدہ خلاصے مرتب کریں جب چاروں خلاصے تیار ہوگئے اور انکو ملاکر دیکھا تو کل دیوان حافظ اس میں آگیا تھا اس لیے اس کوشش سے باز رہا۔ میں نے اپنی ذاتی رائے اور مذاق کے موافق یہ خلاصہ مرتب کیا ہے ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی دوسرے صاحب ایسا انتخاب شائع کریں جس میں بقیہ حصہ دیوان کا آجائے پہلے میں نے وسیع پیمانہ پر انتخاب کیا تھا لیکن حجم زیادہ ہونیکی وجہ سے اس انتخاب کا لب لباب موجودہ شکل میں قائم کیا گویا یہ شراب دو آتشہ ہے جو ہدیہ ناظرین ہے اور جس پر اس شعر کا مضمون صادق آتا ہے جو اس تمہید کے زیب عنوان ہے اسی وجہ سے اس کا تاریخی نام عطر دیوان حافظ

رکھا گیا ہے کیونکہ فی الواقع وہ دیوان کا عطر یا جوہر ہے اس انتخاب میں (۱۵۲۵) اشعار ہیں گویا کل دیوان کی ایک تہائی کے قریب ہے اس انتخاب کے ساتھ سب سے زیادہ محنت اسکی تصحیح میں کرنی پڑی - اس ملک کے قلمی یا مطبوعہ نسخوں میں سے کوئی نسخہ صحیح نہیں پایا - اس لیے جس لفظ کے متعدد نسخے تھے اون میں بہترین نسخہ میں نے منتخب کر لیا اسی کا نام حُسنِ انتخاب ہے - یہہ بھی مجکو ظاہر کر دینا چاہیئے کہ بعض الفاظ سب نسخوں میں یکساں مہمل اور بے معنے تھے جنکی توقع حافظ جیسے استاد سے نہیں ہوسکتی تھی اور میرے دماغ میں ایک خیال بجلی کی طرح دوڑ گیا کہ مصنف نے غالباً فلاں لفظ استعمال کیا ہوگا جو کاتبوں کی مہربانی سے مسخ ہوگیا اس لیے ایسے مقامات پر مجھکو اپنے اجتہادیا ذاتی رائے سے کام لینا پڑا - اس اجمال کی تفصیل میں اپنے رسالہ تنقید لسان الغیب میں جو حال ہی میں مطبع نظامی بدایوں سے چھپکر نکلا ہے بیان کر چکا اُس رسالہ میں حافظ رحہ کے بعض اہم اشعار کی شرح بھی بیان ہوئی ہے غرض کہ اس انتخاب میں اشعار کی صحت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے - خلاصہ یہ کہ حافظ رحہ کا دیوان ایک خوشنما گلدستہ ہے اور اُس میں وہ تمام خوبیاں اور دلربائیاں موجود ہیں جنکا کسی ایک شاعر کے کلام میں جمع ہونا مشکل ہے

ہزار نکتہ درین کار ہست تا دانی ز دلبری نتواں لاف زد بہ آسانی

خاکسار

محمد ابو الحسن صدیقی بدایونی
پنشنر و سابق چیف جج سرکار نظام خلد اللہ ملکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الف

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بخت خواب آلود ما بیدار خواہد شد مگر
زانکہ زد بر دیدہ آبے روئے رخشان شما

دل میرود ز دستم صاحب دلاں خدا را
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

در کوی نیک نامی ما را گذر نه دادند — گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

آن تلخ وش که صوفی اُمّ الخبائثش خواند — اشهیٰ لنا و احلیٰ مِن قُبلَةِ العذارا

هنگامِ تنگدستی در عیش کوش و مستی — کاین کیمیائے هستی قارون کند گدا را

حافظ بخود نپوشید این خرقهٔ مے آلود
اے شیخِ پاکدامن معذور دار ما را

ساقی بنورِ باده برافروز جامِ ما — مطرب بگو که کارِ جهان شد بکامِ ما

ما در پیاله عکسِ رُخ یار دیده ایم — اے بے خبر ز لذتِ شربِ مدامِ ما

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق — ثبت است بر جریدهٔ عالم دوامِ ما

ترسم که صرفه نبرد روزِ بازخواست — نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرامِ ما

صلاحِ کار کجا و منِ خراب کجا — ببین تفاوتِ ره از کجاست تا به کجا

چه نسبت است برندی صلاح و تقوی را — سماعِ وعظ کجا نغمهٔ رباب کجا

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دلِ ما را — بخالِ هندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بده ساقی مے باقی که در جنت نخواهی یافت — کنارِ آبِ رکناباد و گلگشتِ مصلیٰ را

فغاں کیں لولیاں شوخ و شیریں کارِ شهر آشوب — چناں بردند صبر از دل که ترکاں خوانِ یغما را

ز عشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی است — بآب و رنگ و خال و خط چه حاجت روئے زیبا را

من از آن حسنِ روزافزون که یوسف داشت دانستم
که عشق از پردهٔ عصمت برون آرد زلیخا را

حدیث از مطرب و مے گو و رازِ دهر کمتر جو
که کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

نصیحت گوش کن جانان که از جان دوست‌تر دارند
جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی
جوابِ تلخ می‌زیبد لبِ لعلِ شکرخا را

دوش از مسجد سوئے میخانه آمد پیرِ ما
چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما

ما مریداں رو بسوئے کعبه چوں آریم چوں
رو بسوئے خانهٔ خمار دارد پیرِ ما

صوفی بیا که آئینه صاف است جام را
تا بنگری صفائے مے لعل فام را

راز درونِ پرده ز رندانِ مست پرس
کایں حال نیست صوفیِ عالی مقام را

مارا بر آستانِ تو بس حق خدمت است
اے خواجه باز بیں بترحم غلام را

حافظ مریدِ جامِ جم است اے صبا برو
و ز بنده بندگی برساں شیخِ جام را

رونقِ عهدِ شباب است دگر بستان را
می‌رسد مژدهٔ گل بلبلِ خوش الحان را

ترسم آں قوم که بر دُردکشاں می‌خندند
در سرِ کارِ خرابات کنند ایماں را

گر چنیں جلوه کند مغبچهٔ باده فروش
خاکروبِ درِ میخانه کنم مژگاں را

نشوی واقف یک نکته ز اسرار وجود
گر تو سرگشته شوی دایرهٔ امکان را

هر کرا خوابگه آخر بدو مشتی خاک است
گو چه حاجت که بر افلاک کشی ایوان را

ماه کنعانی من مسند مصر آن تو شد
وقت آنست که پدرود کنی زندان را

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجی است
که بشمشیر میسر نشود سلطان را

حافظا خور و رندی کن و خوش باش ولی
دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

بملازمان سلطان که رساند این دعا را
که بشکر پادشاهی ز نظر مران گدا را

همه شب درین امیدم که نسیم صبحگاهی
به پیام آشنائی بنوازد آشنا را

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را
که سر بکوه و بیابان تو دادهٔ ما را

غرور حسن اجازت مگر نداد ای گل
که پرسشی نکنی عندلیب شیدا را

بحسن خلق توان کرد صید اهل نظر
بدام و دانه نگیرند مرغ دانا را

چو با حبیب نشینی و باده پیمائی
بیاد آر حریفان باده پیما را

جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب
که خال مهر و وفا نیست روی زیبا را

گرچه بدنامی است نزد عاقلان
ما نمی خواهیم ننگ و نام را

زود باشد که ببایم بسلامت یارم	اے خوش آن روز که آید بسلامت برما
آنچه جانِ عاشقاں از دست ہجرت میکشد	کس ندیده در جہاں جز کشتگانِ کربلا
	ب
شاہاں مستور و مستاں بے شکیب سوئے مستاں گر بداند محتسب	خانگاه معمور و درویشاں خراب در دم از مے شاں زند بر آتش آب
تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب بر آں عزمم اگر خود می رود سر	کہ آمد ناگہاں دلدارم امشب کہ سرپوش از طبق بر دارم امشب
خلوت خاص است جائے امن نزہتگاهِ انس	این کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

تا کشید آں مشتری در پائے حافظ را بگوش
می رسد ہر دم بگوش زہرہ گلبانگ رباب

گماں مبر کہ بدورِ تو عاشقاں مستند	خبر نداری ز احوالِ زاہدانِ خراب

ت

بیا که قصر امل سخت سست بنیاد است | بیار باده که بنیاد عمر بر باد است
نصیحتی کنمت یاد گیر و در عمل آر | که این حدیث ز پیر طریقتم یاد است

ق

مجو درستی عهد از جهان سست نهاد | که این عجوزه عروس هزار داماد است
غم جهان مخور و پند من مبر از یاد | که این لطیفهٔ نغزم ز رهروی یاد است

ق

رضا بداده بده وز جبین گره بگشای | که بر من و تو در اختیار نگشاد است
نشان مهر و وفا نیست در تبسم گل | بنال بلبل مسکین که جای فریاد است

حسد چه می‌بری ای سست نظم بر حافظ
قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

برو بکار خود ای واعظ این چه فریاد است | مرا فتاده دل از کف ترا چه افتاد است
میان او که خدا آفریده است از هیچ | دقیقه‌ایست که هیچ آفریده نگشاد است
گدای کوی تو از هشت خلد مستغنی است | اسیر بند تو از هر دو عالم آزاد است
دلا منال ز بیداد و جور یار که یار | ترا نصیب همین کرده است و این داد است

برو فسانه مخوان و فسون مدم حافظ
کزین فسانه و افسون مرا بسی یاد است

باده نوشی که در وی هیچ ریائی نبود
فرض ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم

بهتر از زهد فروشی که در و روی و ریاست
و آنچه گویند روا نیست نگوئیم رواست

چو بشنوی سخن اهل دل مگو که خطاست
خمار عشق تو دوشینه در اندرونم بود

سخن شناس نه دلبرا خطا اینجاست
کجاست وقت عبادت چه وقت جای دعاست

آنکه زر می شود از پرتو آن قلب سیاه
مطلب طاعت و پیمان درست از من مست
من همان دم که وضو ساختم از چشمهٔ عشق

کیمیائیست که در صحبت درویشان است
که به پیمانه کشی شهره شدم روز الست
چار تکبیر زدم یکسره بر هر چه که هست

حافظ از دولت عشق تو سلیمانی یافت
یعنی از وصل تواش نیست بجز باد بدست

دل سراپردهٔ محبت اوست
من که سر در نیاورم بدو کون

دیده آئینه دار طلعت اوست
گردنم زیر بار منت اوست

تو و طوبیٰ و ما و قامت یار — فکر هر کس بقدر همت اوست
دور مجنوں گزشت و نوبت ماست — هر کسی پنج روزه نوبت اوست
من و دل گر فنا شویم چه باک — غرض اندر میاں سلامت اوست
گر من آلوده دامنم چه عجب — همه عالم گواه عصمت اوست

باکه این نکته تواں گفت که آں سنگین دل — کشت ما را و دم عیسیٔ مریم با اوست

من نخواهم کرد ترکِ لعل یار و جام مَی — زاهداں معذور داریدم که اینم مذهب است

خرقهٔ زهد مرا آب خرابات ببرد — خرمن عقل مرا آتشِ خمخانه بسوخت

زاهدِ ظاهر پرست از حالِ ما آگاه نیست — در حقِ ما هر چه گوید جائے هیچ اکراه نیست
چیست این سقفِ بلند ساده و بسیار نقش — زیں معمّا هیچ دانا در جهاں آگاه نیست
هر که خواهد گو بیا و هر که خواهد گو برو — گیر و دار و حاجب و درباں دریں درگاه نیست
هر چه هست از قامتِ ناساز و ناموزونِ ماست — ورنه تشریفِ تو بر بالائے کس کوتاه نیست
بر درِ میخانه رفتن کارِ یکرنگاں بود — خود فروشاں را بکوئے میفروشاں راه نیست
بندهٔ پیرِ خراباتم که لطفش دائم است — ورنه لطفِ شیخ و زاهد گاه هست و گاه نیست

شکر خدا که از مدد بخت کارساز
بر حسب مدعاست همه کار و بار دوست

دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چه باک
منت خدای را که نیم شرمسار دوست

زلفت هزار دل بیکی تار مو ببست
راه هزار چاره گر از چار سو ببست

حافظ هر آنکه عشق نورزید و وصل خواست
احرام طوف کعبهٔ دل بی وضو ببست

دی گفت طبیب از سر حسرت چو مرا دید
هیهات که درد تو ز قانون شفا رفت

ای دوست به پرسیدن حافظ قدمی نه
زان پیش که گویند که از دار فنا رفت

منم که گوشهٔ میخانه خانقاه منست
دعای پیر مغان ورد صبحگاه منست

زبادشاه و گدا فارغم بحمد الله
گدای خاک در دوست بادشاه منست

مرا گدای تو بودن ز سلطنت خوشتر
که ذل جور و جفای تو عز و جاه منست

مگر به تیغ اجل خیمه برکنم ورنه
رمیدن از در دولت نه رسم و راه منست

از آن زمان که بر آن آستان نهادم روی
فراز مسند خورشید تکیه گاه منست

گناه اگرچه نبود اختیارِ ما حافظ
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناهِ منست

لعلِ سیراب - بخون تشنه - لب یارِ منست	از پی دیدن او دادن جان کارِ منست
شربت قند و گلاب از لب یارم فرمود	نرگسِ او که طبیب دلِ بیمارِ منست
دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار	کاین کرامت سبب حشمت و تمکینِ منست
واعظ شحنه شناس این عظمت گو مفروش	زانکه منزلگه سلطان دلِ مسکینِ منست
هر ناله و فریاد که کردم نشنیدی	پیداست نگارا که بلندست جنابت
باغِ مرا چه حاجت سرو و صنوبرست	شمشاد سایه پرورِ من از که کمترست
اے نازنیں پسر تو چه مذهب گرفتهٔ	کت خونِ ما حلال‌تر از شیرِ مادرست
چون نقش غم ز دور ببینی شراب خواه	تشخیص کرده‌ایم و مداوا مقررست
یک قصه بیش نیست غمِ عشق و این عجب	از هر کسی که می‌شنوم نامکررست
از آستانِ پیرِ مغان سر چرا کشم	دولت درین سرا و گشایش درین درست

شکفته شد گل حمرا و گشت بلبل مست ‌ ‌ ‌ صلای سرخوشی ای عاشقان باده پرست
اساس توبه که در محکمی چو سنگ نمود ‌ ‌ ‌ ببین که جام زجاجی چگونه اش بشکست
ازین رباط دو در چون ضرورتست رحیل ‌ ‌ ‌ رواق طاق معیشت چه سربلند و چه پست
مقام عیش میسر نمی شود بی رنج ‌ ‌ ‌ بلی بقول بلا دبلی بسته اند عهد الست
بهست و نیست مرنجان ضمیر و دل خوش دار ‌ ‌ ‌ که نیست است سرانجام هر کمال که هست

بروای زاهد و بر دردکشان خورده مگیر ‌ ‌ ‌ که ندادند جز این تحفه بما روز الست
آنچه او ریخت به پیمانه ما نوشیدیم ‌ ‌ ‌ اگر از خمر بهشت است وراز باده مست
خنده جام می و زلف گره گیر نگار ‌ ‌ ‌ ای بسا توبه که چون توبه حافظ بشکست

زدست جور تو گفتم ز شهر خواهم رفت ‌ ‌ ‌ بخنده گفت برو حافظا که پای تو بست

ساقی بیا که هاتف غیبم بمژده گفت ‌ ‌ ‌ با درد صبر کن که دوا می فرستمت

ای غائب از نظر بخدا می سپارمت ‌ ‌ ‌ جانم بسوختی و بدل دوست دارمت
حافظ شراب و شاهد و رندی نه وضع تست ‌ ‌ ‌ فی الجمله می کنی و فرو می گذارمت

ملامتم بخرابی مکن که مرشد عشق ‌ ‌ ‌ حوالتم بخرابات کرد روز نخست

خلوت گزیده را بتماشا چه حاجت است — چون کوی دوست هست بصحرا چه حاجت است

ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست — در حضرت کریم تمنا چه حاجت است

اے مدعی برو که مرا با تو کار نیست — احباب حاضرند به اعدا چه حاجت است

محتاج جنگ نیست گرت قصد خون ماست — چون رخت از آن تست بیغما چه حاجت است

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بهار چیست — ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست

معنی آب زندگی و روضهٔ ارم — جز صحن بوستان و مے خوشگوار چیست

هر وقت خوش که دست دهد مغتنم شمار — کس را وقوف نیست که انجام کار چیست

پیوند عمر بسته بموئیست هوش دار — غمخوار خویش باش و غم روزگار چیست

راز درون پرده ز رندان مست پرس — اے مدعی نزاع تو با پرده دار چیست

مستور و مست هر دو چو از یک قبیله اند — با دل بعشوهٔ که دهیم اختیار چیست

سهو و خطائے بنده چو گیرند اعتبار — معنی عفو و رحمت پروردگار چیست

زاهد شراب کوثر و حافظ پیاله خواست
تا در میانه خواستهٔ کردگار چیست؟

اے که انگشت نمائی بکرم در همه شهر — وه که در کار غریبان عجبت اهمالیست

مژده دادند که بر ما گذرے خواهی کرد — نیت خیر مگردان که مبارک فالیست

شمعِ دلِ دمسازان بنشست چو او برخاست	افغانِ نظربازان برخاست چو او بنشست
گل در بر و مے در کف و معشوقه بکام است از ننگ چه گوئی که مرا نام ز ننگ است با محتسبم عیب مگوئید که او نیز	سلطانِ جہانم بچنیں روز غلام است وز نام چه پرسی که مرا ننگ ز نام است پیوسته چو ما در طلبِ عیشِ مدام است
اگر بلطف بخوانی مزید الطافست بیانِ وصفِ تو گفتن نه حدِ امکانست	وگر بقهر برانی درونِ ما صافست چرا که وصفِ تو بیرون ز حدِ اوصافست
حافظ چه شد ار عاشق و رندست و نظرباز	بس طورِ عجب لازمِ ایامِ شبابست
کنون که در کفِ گل جامِ بادهٔ صافست فقیه مدرسه دی مست بود و فتوی داد بدُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش	بصد هزار زبان بلبلش در اوصافست که مے حرام ولے به ز مالِ اوقافست که هرچه ساقیِ ما ریخت عینِ الطافست
اگرچه باده فرح بخش و باد گل بیزست صراحی و حریفے گرت بدست افتد	ببانگِ چنگ مخور مے که محتسب تیزست بعقل کوش که ایام فتنه انگیزست

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ	بیا که نوبت بغداد و وقت تبریز است
بنال بلبل اگر با منت سر یاریست	که ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست
جمال شخص نه چشم است و زلف و عارض و خال	هزار نکته درین کار و بار دلداریست

ق

لطیفه ایست نهانی که عشق ازو خیزد	که نام آن نه لب لعل و خط زنگاریست
روندگان طریقت به نیم جو نخرند	قبای اطلس آنکس که از هنر عاریست
دلش بناله میازار و ختم کن حافظ	که رستگاری جاوید در کم آزاریست

اگرچه عرض هنر پیش یار بی ادبی است	زبان خموش ولیکن دهان پر از عربی است
پری نهفته رخ و دیو در کرشمه و ناز	بسوخت عقل ز حیرت که این چه بوالعجبی است
سبب مپرس که چرخ از چه سفله پرور شد	که کام بخشی او را بهانه بی سببی است
ازین چمن گل بیخار کس نچید آری	چراغ مصطفوی با شرار بولهبی است
حسن ز بصره بلال از حبش صهیب از روم	ز خاک مکه ابوجهل این چه بوالعجبی است
جمال دختر رز نور چشم ماست مگر	که در نقاب زجاجی و پردهٔ عنبی است
دوای درد خود اکنون ازان مفرح جو	که در صراحی چینی و شیشهٔ حلبی است
هزار عقل و ادب داشتم من ای خواجه	کنون که مست و خرابم صلای بی ادبی است

عیبِ رنداں مکن اے زاهدِ پاکیزه سرشت — که گناهِ دگرے بر تو نخواهند نوشت

من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش — هر کسے آں درود عاقبت کار که کشت

همه کس طالبِ یارند چه هشیار و چه مست — همه جا خانهٔ عشق است چه مسجد چه کنشت

ناامیدم مکن از سابقهٔ روزِ ازل — تو چه دانی که پسِ پرده که خوب است که زشت

نه من از خانهٔ تقوی بدر افتادم و بس — پدرم نیز بهشتِ ابد از دست بهشت

بر عمل تکیه مکن خواجه که در روزِ ازل — تو چه دانی قلمِ صنع بنامت چه نوشت

گر نهادت همه اینست زهے پاک نهاد — در سرشتت همه اینست زهے پاک سرشت

باغِ فردوس لطیف است ولیکن زنهار — تو غنیمت شمر ایں سایهٔ بید و لبِ کشت

جز آستانِ توام در جهاں پناهے نیست — سرِ مرا بجز ایں در حواله گاهے نیست

مباش در پے آزار هر چه خواهی کُن — که در شریعتِ ما غیر ازیں گناهے نیست

طمعِ خام بیں که قصهٔ فاش — از رقیباں نهفتنم هوس است

حسنت باتفاق ملاحت جهاں گرفت — آرے باتفاق جهاں می تواں گرفت

آسوده بر کنار چو پرکار می شدم — دوراں چو نقطه عاقبتم درمیاں گرفت

خیال روی تو در هر طریق همره ماست
نسیم موی تو پیوند جان آگه ماست

برغم مدعیانی که منع عشق کنند
جمال چهرهٔ تو حجت موجه ماست

درین زمانه رفیقی که خالی از خلل است
صراحی می ناب و سفینهٔ غزل است

نه من ز بی عملی در جهان ملولم و بس
ملالت علما هم ز علم بی عمل است

ز قسمت ازلی چهرهٔ سیه بختان
بشست و شوی نگردد سفید و این مثل است

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست
گفت با ما منشین کز تو سلامت برخاست

که شنیدی که درین بزم دمی خوش بنشست
که نه در آخر صحبت بندامت برخاست

مست بگذشتی و از خلوتیان ملکوت
بتماشای تو آشوب قیامت برخاست

پیش رفتار تو پا بر نکشید از خجلت
سرو سرکش که بناز قد و قامت برخاست

حافظ این خرقه بینداز مگر جان ببری
کآتش از خرمن سالوس و کرامت برخاست

روی تو کس ندید و هزارت رقیب هست
در غنچه هنوز و صدت عندلیب هست

هر چند دورم از تو که دور از تو کس مباد
لیکن امید وصل توام عنقریب هست

در عشق خانقاه و خرابات شرط نیست
هر جا که هست پرتو روی حبیب هست

عاشق که شد که یار بحالش نظر نکرد		ای خواجه درد نیست وگرنه طبیب هست
چشم بد دور کزین تفرقه خوش باز آورد		طالع نامور و دولت مادر زادت
ساقی بیار باده که ماه صیام رفت مستم کن آنچنان که ندانم ز بیخودی زاهد غرور داشت سلامت نبرد راه زاهد تو دان و خلوت و تنهائی و نماز نقد دلی که بود مرا صرف باده شد		درده قدح که موسم ناموس و نام رفت در عرصهٔ خیال که آمد کدام رفت رند از ره نیاز به دارالسلام رفت عشاق را حواله بعیش مدام رفت قلب سیاه بود ازان در حرام رفت
صبحدم مرغ چمن با گل نوخاسته گفت گل بخندید که از راست نرنجیم ولی تا ابد بوی محبت بمشامش نرسد	ق	ناز کم کن که درین باغ بسی چون تو شگفت هیچ عاشق سخن تلخ به معشوق نگفت هر که خاک در میخانه برخسار نرفت

گر ز دست زلف مشکینت خطائی رفت رفت
ور ز هندوی شما بر ما جفائی رفت رفت
برق عشق ار خرمن پشمینه پوشی سوخت سوخت
جور شاه کامران گر بر گدائی رفت رفت

عیبِ حافظ گو مکن زاهد که رفت از خانقاه
پای آزادان چه بندی گر بجائی رفت رفت

بکوی میکده هر سالکی که ره دانست — دری دگر زدن اندیشهٔ تبه دانست
زمانه افسر رندی نداد جز به کسی — که سرفرازی عالم درین کله دانست
بر آستانهٔ میخانه هر که یافت رهی — ز فیض جامِ می اسرار خانقه دانست
درای طاعتِ دیوانگان ز ما مطلب — که شیخ مذهبِ ما عاقلی گنه دانست

آنکه جز کعبه مقامش نبد از یادِ لبت — بر درِ میکده دیدم که مقیم افتادست
حافظِ گم شده را با غمت ای جانِ عزیز — اتحادیست که از عهدِ قدیم افتادست

ن
دل

مرو به خانهٔ اربابِ بی مروتِ دهر — که گنجِ عافیتت در سرای خویشتن است

آن شد اکنون که ز افواه عوام اندیشیم — محتسب نیز ازین عیشِ نهانی دانست

حاصلِ کارگه کون و مکان این همه نیست — باده پیش آر که اسبابِ جهان اینهمه نیست
منتِ سدره و طوبی ز پی سایه مکش — که چو خوش بنگری ای سروِ روان اینهمه نیست

دولت آنست کہ بے خونِ دل آید بکنار
ورنہ با سعیِ عمل باغِ جناں اینہمہ نیست

برلبِ بحرِ فنا منتظریم اے ساقی
فرصتے داں کہ زلب تا بدہاں اینہمہ نیست

زاہد ایمن مشو از بازیِ غیرت زنہار
کہ رہ صومعہ تا دیرِ مغاں اینہمہ نیست

از تنگ مکن اندیشہ و چوں گل خوش باش
زاں کہ تمکینِ جہانِ گذراں اینہمہ نیست

نامِ حافظ رقمِ نیک پذیرفت ولے
پیشِ رنداں رقمِ سود و زیاں اینہمہ نیست

آں دم کہ دل بعشق دہی خوش دمے بود
در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست

مارا بمنعِ عقل مترساں و مے بیار
کاں شحنہ در ولایتِ ما ہیچ کارہ نیست

از چشمِ خود بپرس کہ مارا کہ می کشد
جاناں گناہِ طالع و جرمِ ستارہ نیست

فرصت شمر طریقۂ رندی کہ ایں نشاں
چوں راہِ گنج بر ہمہ کس آشکارہ نیست

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحۂ قلمت
حقوقِ خدمتِ ما عرض کرد بر کرمت

رواں تشنۂ مارا بجرعۂ دریاب
چو می دہند زلالِ خضر بجامِ جمت

دلم مقیمِ درِ تست حرمتش می دار
بشکرِ آنکہ خدا داشتہ است محترمت

چگونہ شاد شود اندرونِ غمگینم
باختیار کہ از اختیار بیروں است

زبیخودی طلبِ یار می کند حافظ
چو مفلسے کہ طلبگارِ گنجِ قاروں است

زاں یار دلنوازم شکریست با شکایت | گر نکته دانِ عشقی خوش بشنو این حکایت

بے مزد بود و منت هر خدمتے که کردیم | یا رب مباد کس را مخدوم بے عنایت

رندانِ تشنه لب را آبے نمی دهد کس | گویا ولی شناساں رفتند ازین ولایت

هر چند بردی آبم روی از درت نتابم | جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت

امروز که در دستِ توام مرحمتے کن | فردا که شوم خاک چه سود اشکِ ندامت

حاشا که من از جور و جفائے تو بنالم | بیداد لطیفاں همه لطف است و کرامت

شاد باد اروح آن رندے که بود | بر سر کوے مغاں پابند وفاست

بر من جفا ز بختِ بد آمد وگرنه یار | حاشا که رسم جور و طریقِ ستم نداشت

برو اے زاهد و دعوت مکنم سوئے بهشت | که خدا در ازل از بهر بهشتم نه سرشت

تو و تسبیح و مُصلّیٰ و ره زهد و ورع | من و میخانه و ناقوس و رهِ دیر کنشت

منعم از مے مکن اے صوفیِ صافی که حکیم | در ازل طینت ما را ز مے صاف سرشت

صوفیِ صاف بهشتی نبود زانکه چو من | خرقه در میکده ها رهنِ مے ناب بهشت

حافظا لطفِ حق ار با تو عنایت دارد | باش فارغ ز غمِ دوزخ و شادی بهشت

هر که آمد بجهاں نقشِ خرابی دارد / در خرابات مپرسید که هشیار کجاست
حافظ از بادِ خزاں در چمنِ دهر مرنج / فکرِ معقول بفرما گلِ بیخار کجاست

خوابِ آں نرگسِ فتانِ تو بے چیزے نیست / تابِ آں زلفِ پریشانِ تو بے چیزے نیست
از لبت شیر رواں بود که من می گفتم / کایں شکر گردِ نمکدانِ تو بے چیزے نیست
چشمۂ آبِ حیات است دهانت اما / بر لبِ چاه زنخدانِ تو بے چیزے نیست
دوش باد از سرِ کویش بگلستاں بگذشت / اے گل ایں چاکِ گریبانِ تو بے چیزے نیست

بیا و معرفتِ من شنو که در سخنم / ز فیضِ روحِ قدس نکتۂ سعادت رفت

ف

ز رطلِ دُرد کشاں کشف کرد سالکِ راه / رموزِ غیب که در عالمِ شهادت رفت
مجوز طالعِ مولودِ من بجز رندی / که ایں معامله با کوکبِ ولادت رفت
ز بامداد بطرزِ دگر بر آمدهٔ / وظیفهٔ مے دوشیں مگر ز یادت رفت
مگر بمعجزه کوشد طبیبِ عیسیٰ دم / چرا که کارِ منِ خسته از عیادت رفت

بنفشه طرۂ مفتولِ خود گره می زد / صبا حکایتِ زلفِ تو در میاں انداخت
نبود رنگِ دو عالم که نقشِ الفت بود / زمانه طرحِ محبت نه ایں زماں انداخت

من از ورع مے و مطرب ندیدمے هرگز
هواے مغبچگانم در این و آن انداخت
جهان بکام دل اکنون شود که دور زمان
مرا به بندگیِ خواجهٔ زمان انداخت

روشن از پرتوِ رویت نظرے نیست که نیست
منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست که نیست
من ازین طالعِ شوریده برنجم ورنه
بهره مند از سرِ کویت دگرے نیست که نیست
مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز
ورنه در مجلسِ رندان خبرے نیست که نیست
بجز این نکته که حافظ ز تو ناخوشنود است
در سراپاے وجودت هنرے نیست که نیست

تیمارِ غریبان سببِ ذکرِ جمیل است
جانان مگر این قاعده در شهرِ شما نیست
گر پیرِ مغان مرشدِ ما شد چه تفاوت
در هیچ سرے نیست که سرّے ز خدا نیست
در صومعهٔ زاهد و در خلوتِ عابد
جز گوشهٔ ابروے تو محرابِ دعا نیست

رواقِ منظرِ چشمِ من آشیانهٔ تست
کرم نما و فرود آ که خانه خانهٔ تست
علاجِ ضعفِ دلِ ما بلب حوالت کن
که آن مفرحِ یاقوت در خزانهٔ تست
بتن مقصرم از دولتِ ملازمتت
ولے خلاصهٔ جان خاکِ آستانهٔ تست
من آن نیم که دهم نقدِ دل بهر شوخے
درِ خزانه بمهرِ تو و نشانهٔ تست

بارِ غمے که خاطرِ ما خسته کرده بود
عیسیٰ دمے خدا بفرستاد و برگرفت

فغان که آن مهِ نامهربان و دشمن دوست غمِ کهن بمے سال خوردہ دفع کنید من و مقامِ رضا بعد ازین و شکرِ رقیب بیا و بادہ بخور زانکه پیرِ میکدہ دوش	به ترکِ صحبتِ یاران خود چه آسان گفت که تخمِ خوشدلی اینست پیرِ دهقان گفت که دل بدرد تو خو کرد و ترک درمان گفت بسے حدیثِ غفور و رحیم و رحمن گفت
صبر است مرا چارہ ز هجرانِ تو لیکن	چون صبر توان کرد که مقدور نماندہ است
خلقی زبان بدعوی عشقش کشادہ اند	اے من غلام آن که دلش با زبان یکیست
المنة لله که درِ میکدہ باز است	زان رو که مرا بر درِ او روی نیاز است
رازے که بر خلق نگفتیم و نهفتیم	با دوست بگوییم که او محرم راز است
چمن حکایت اردیبهشت می گوید بکن به نامه سیاهی ملامتِ منِ مست گدا چرا نه زند لافِ سلطنت امروز قدم دریغ مدار از جنازهٔ حافظ	نه عاقل است که نسیه خرید و نقد بهشت که آگه است که تقدیر بر سرش چه نوشت که خیمه سایه ابر است بزمگه لبِ کِشت که گرچه غرقِ گناه است میرود به بهشت

	ح	
اگر بمذهب تو خونِ عاشق است مباح بیا که خونِ دل خویشتن بحل کردم صلاح و توبه و تقوی ز ما مجو زاهد		صلاح ما همه آنست کان ترا ست صلاح اگر بمذهب تو خونِ عاشق است مباح ز رند و عاشق و مجنون کسے نجست صلاح
	د	
دامنے گر چاک شد در عالمِ رندی چه باک		جامهٔ در نیکنامی نیز می باید درید
اگر آں طائرِ قدسی ز درم باز آید آنکه تاجِ سرِ من خاکِ کفِ پائش بود		عمر گذشته به پیرانه سرم باز آید از خدا می طلبم تا بسرم باز آید
از سرِ کوے تو هر کو بملالت برود گروے آخرِ عمر از مے و معشوق بگیر حکم مستوری و مستی همه بر خاتمه است		نرود کارش و آخر بخجالت برود حیف اوقات که یکسر ببطالت برود کس ندانست که آخر بچه حالت برود
آنکس که بدست جام دارد		سلطانیِ جم مدام دارد

مصرع اول	مصرع دوم
ما و مے و زاهدان و تقوے	تا یار سرِ کدام دارد
جانِ بیمار مرا نیست ز تو روے سوال	اے خوش آں خسته که از دوست جوابے دارد
اگر نه باده غمِ دل ز یادِ ما ببرد	نهیبِ حادثه بنیادِ ما ز جا ببرد
طبیبِ عشق منم باده خور که این معجون	فراغت آرد و اندیشهٔ بلا ببرد
بسوخت حافظ و کس حالِ او بیار نگفت	مگر نسیم پیامے خدائے را ببرد
اگر روم ز پیش فتنها بر انگیزد	ور از طلب بنشینم بکینه برخیزد
وگر کنم طلبِ نیم بوسه صد دشنام	ز حقهٔ دهنش چون شکر فرو ریزد
بر آستانهٔ تسلیم سر بنه حافظ	که گر ستیزه کنی روزگار بستیزد
اے پستهٔ تو خنده زده بر دهانِ قند	مشتاقم از براے خدا یک شکر بخند
گه طره می نمائی و گه طعنه می زنی	ما نیستیم معتقدِ مرد خود پسند
حافظ تو ترکِ غمزهٔ ترکاں نمی کنی	دانی کجاست جائے تو خوارزم یا خجند
بجائے طعنه اگر تیغ می زند دشمن	ز دوست دست نداریم هرچه بادا باد

بآب روشن مے عارفی طهارت کرد / علی الصباح که مے خانه را زیارت کرد
بیا بمیکده وضع قرب جا هم بیں / اگرچه حشم بما واعظ از حقارت کرد
اگر امام جماعت بخواندش امروز / خبر دهید که حافظ بے طهارت کرد

بیا که ترکِ فلک خوان روزه غارت کرد / هلالِ عید بدورِ قدح اشارت کرد
مقام اصلی ما گوشهٔ خرابات است / خداش خیر دهاد آنکه ایں عمارت کرد
امامِ شهر که سجّاده می کشید بدوش / بخونِ دخترِ رز جامه را قصارت کرد
فغاں که نرگسِ جماش شیخ شهر امروز / نظر به دردکشاں از سرِ حقارت کرد
حدیثِ عشق ز حافظ شنو نه از واعظ / اگرچه صنعتِ بسیار در عبارت کرد

بخت از دهانِ یار نشانم نمی دهد / دولت خبر ز راز نهانم نمی دهد
چنداں که بر کنار چو پرگار می روم / دوراں چو نقطه ره بمیانم نمی دهد
میردم ز انتظار و دریں پرده راه نیست / یا هست و پرده دار نشانم نمی دهد

بود آیا که درِ میکدها بگشایند / گره از کارِ فروبستهٔ ما بگشایند
اگر از بهرِ دلِ زاهدِ خودبیں بستند / دل قوی دار که از بهرِ خدا بگشایند
درِ مے خانه به بستند خدایا مپسند / که درِ خانهٔ تزویر و ریا بگشایند
بصفاے دلِ رنداں صبوحی زدگاں / بس درِ بسته بمفتاحِ دعا بگشایند

حافظ این خرقهٔ پشمینه به بینی فردا
که چه زنار ز زیرش بجفا بکشایند

بعد ازین دست من و دامن آن سرو بلند
که به بالای چمان از بن و بیخم برکند

باز مستان دل ازان گیسوی مشکین حافظ
زانکه دیوانه همان به که بماند در بند

خدا را داد من بستان ازو ای شحنهٔ مجلس
که می با دیگران خورده است و با من سر گران دارد

بفتراک ار همی بندی خدا را زود صیدم کن
که آفت هاست در تاخیر و طالب را زیان دارد

ز سرو قد دلجویت مکن محروم چشمم را
بدین سرچشمه اش بنشان که خوش آبی روان دارد

چه عذر از بخت خود گویم که آن عیار شهرآشوب
بتلخی کشت حافظ را و شکر در دهان دارد

هزار نقد به بازار کائنات آرند
یکی بسکهٔ صاحب عیار ما نرسد

چنان بزی که اگر خاک ره شوی کس را
غبار خاطری از رهگذار ما نرسد

عزیز مصر برغم برادران غیور
ز قعر چاه برآمد باوج ماه رسید

بیا که رایت منصور پادشاه رسید
نوید فتح و بشارت بمهر و ماه رسید

مرو بخواب که حافظ ببارگاه قبول
ز ورد نیم شب و درس صبحگاه رسید

بنفشه دوش بگل گفت وخوش نشانے داد
که تاب من بجهان طرهٔ فلانے داد
دلم که مخزن اسرار بود دست قضا
درش به بست وکلیدش به دلستانے داد
شکسته وار بدرگاهت آمدم که طبیب
بمومیائے لطفِ توام نشانے داد
برو معالجهٔ خود کن اے نصیحت گو
شراب وشاهد وساقی کرا زیانے داد

پیرانه سرم عشق جوانے بسر افتاد
بس تجربه کردیم دریں دار مکافات
گر جاں بدهد سنگِ سیه لعل نگردد

واں راز که در دل به نهفتم بدر افتاد
با دُردکشاں هر که درافتاد برافتاد
با طینت اصلی چه کند بد گهر افتاد

بریدِ بادِ صبا دوشم آگهی آورد
بجنبِ خاطرِ ما کوش کایں کلاه نمد

که روز محنت وغم رو به کوتهی آورد
بسے شکست که بر افسرِ شهی آورد

بکوئے میکده یارب سحر چه مشغله بود
که جوشِ شاهد وساقی وشمع ومشعله بود

حدیثِ عشق که از حرف و صوت مستغنی است
بناله دف و نی در خروش و ولوله بود

مباحثی که در آن حلقهٔ جنون می رفت
ورای مدرسه و قیل و قال مسئله بود

دل از کرشمهٔ ساقی بشکر بود و لے
ز نامساعدیِ بختش اندکے گله بود

بگفتمش بلبم بوسهٔ حوالت کن
بخنده گفت کیت با من این معامله بود

دهانِ یار که درمانِ دردِ حافظ داشت
فغان که وقتِ مروت چه تنگ حوصله بود

خوش می کنم به بادهٔ مشکین مشامِ جان
کز دلق پوش صومعه بوئے ریا شنید

سرِ خدا که عارف سالک بکس نگفت
در حیرتم که باده فروش از کجا شنید

ما باده زیر خرقه نه امروز می کشیم
صد بار پیرِ میکده این ماجرا شنید

یارب کجاست محرمِ رازے که یک زمان
دل شرحِ آن دهد که چه دید و چها شنید

ما مے بہ بانگِ چنگ نه امروز می خوریم
بس دیر شد که گنبدِ چرخ این صدا شنید

پندِ حکیم محضِ صواب است و عینِ خیر
فرخنده بخت آنکه بسمعِ رضا شنید

حافظ وظیفهٔ تو دعا گفتن است و بس
در بندِ آن مباش که نشنید یا شنید

بر درِ شاهم گدائے نکتهٔ در کار کرد
گفت بر هر خوان که بنشستم خدا رزاق بود

تا زمے خانه و مے نام و نشان خواهد بود
سرِ ما خاکِ رهِ پیرِ مغان خواهد بود

حلقهٔ پیرِ مغانم ز ازل در گوش است
ما همانیم که بودیم و همان خواهد بود

بر سرِ تربتِ ما چون گذری همت خواه
که زیارتگهِ رندانِ جهان خواهد بود

بر زمینی که نشانِ کفِ پای تو بود
سالها سجدهٔ صاحب‌نظران خواهد بود

برو ای زاهدِ خودبین که ز چشمِ من و تو
رازِ این پرده نهان است و نهان خواهد بود

عیبِ مستان مکن ای خواجه کزین کهنه رباط
کس ندانست که رحلت بچه سان خواهد بود

بختِ حافظ گر ازین گونه مدد خواهد کرد
زلفِ معشوقه بدستِ دگران خواهد بود

ترسم که اشک در غمِ ما پرده در شود
وین رازِ سر بمهر به عالم سمر شود

گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر
آری شود و لیک بخونِ جگر شود

در تنگنای حیرتم از نخوتِ رقیب
یارب مباد آنکه گدا معتبر شود

بس نکته غیرِ حسن بباید که تا کسی
مقبولِ طبعِ مردمِ صاحب‌نظر شود

تنت بناز طبیبان نیازمند مباد
وجودِ نازکت آزردهٔ گزند مباد

سلامتِ همه آفاق در سلامتِ تست
بهیچ عارضه شخصِ تو دردمند مباد

شفا ز گفتهٔ شکرفشانِ حافظ جو
که حاجتت بعلاجِ گلاب و قند مباد

جان بی جمالِ جانان میلِ جهان ندارد
هر کس که این ندارد حقا که آن ندارد

با هیچ کس نشانے زاں دلستاں ندیدیم
یا من خبر نہ دارم یا او نشاں نہ دارد
چنگِ خمیده قامت می خواندت بعشرت
بشنو کہ پندِ پیراں هیچت زیاں نہ دارد
آنرا کہ خواندی استاد گر بنگری بتحقیق
صنعتگریست امّا طبعِ رواں نہ دارد
اے دلِ طریقِ رندی از محتسب بیاموز
مست است و در حقِ او کس ایں گماں ندارد

بہائے وصلِ تو گر جاں بود خریدارم	کہ جنسِ خوب مبصر بہر چہ دید خرید
بجاں مشتاقِ روئے تست حافظ	ترا بر حالِ مشتاقاں نظر باد
چو باد عزمِ سرِ کوئے یار خواهم کرد	نفس ببوئے خوشش مشکبار خواهم کرد
هر آبروئے کہ اندوختم ز دانش و دیں	نثارِ خاکِ رهِ آں نگار خواهم کرد
بهرزه بے مے و معشوق عمر می گذرد	بطالتم بس از امروز کار خواهم کرد
بیادِ چشمِ تو خود را خراب خواهم ساخت	بنائے عهدِ قدیم استوار خواهم کرد

نفاق و زرق نبخشد صفای دل حافظ — طریقِ رندی و عشق اختیار خواهم کرد

چه مستی است ندانم که رو بما آورد — که بود ساقی و این باده از کجا آورد

علاجِ ضعف دلِ ما کرشمهٔ ساقی است — برآر سر که طبیب آمد و دوا آورد

چه راه می زند این مطربِ مقام شناس — که در میانِ غزل قولِ آشنا آورد

مریدِ پیرِ مغانم ز من مرنج اے شیخ — چرا که وعده تو کردی و او بجا آورد

به تنگ چشمیِ آں ترکِ لشکری نازم — که حمله بر منِ مسکینِ یک قبا آورد

چو دست بر سرِ زلفش زنم بتاب رود — ور آشتی طلبم بر سرِ عتاب رود

حباب را چو فتد بادِ نخوت اندر سر — کلاهداریش اندر سرِ شراب رود

مرا تو عهد شکن خواندهٔ و می ترسم — که با تو روزِ قیامت همین خطاب رود

دلا چو پیر شدی حسن و نازکی مفروش — که این معامله با عالمِ شباب رود

سوادِ نامهٔ موئے سیاه چوں طے شد — بیاض کم نشود ور صد انتخاب رود

تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز — خوشا کسے که درین راه بے حجاب رود

حسب حالے ننوشتیم و شد ایامے چند — قاصدے کو که فرستم بتو پیغامے چند

مابداں مقصدِ عالی نتوانیم رسید — هم مگر پیش نهد لطفِ شما گامے چند

قند آمیختہ با گل نہ علاج دل ماست
بوسہ چند بیامیز بدشنامے چند

اے گدایان خرابات خدا یار شماست
چشم انعام مدارید ز انعامے چند

زاہد از کوچہ رنداں بسلامت بگذر
تا خرابت نہ کند صحبت بدنامے چند

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو
نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند

پیر میخانہ چہ خوش گفت بدردی کش خویش
کہ مگو حال دل سوختہ با خامے چند

بیان شوق چہ حاجت کہ حال آتش دل
توان شناخت ز سوزے کہ در سخن باشد

ہوائے کوئے تو از سر نمی رود ما را
غریب را دل آوارہ در وطن باشد

بیا اے شیخ در خمخانہ ما
شرابے خور کہ در کوثر نباشد

خستگاں را چو طلب باشد و قوت نہ بود
گر تو بیداد کنی شرط مروت نہ بود
چوں طہارت نہ بود کعبہ و بتخانہ یکیست
نبود خیر در آں خانہ کہ عصمت نہ بود
حافظا علم و ادب ورز کہ در مجلس شاہ
ہر کرا نیست ادب لائق صحبت نہ بود

دلا بسوز که سوزِ تو کارها بکند — دعای نیم شبی دفعِ صد بلا بکند

عتابِ یارِ پری‌چهره عاشقانه بکش — که یک کرشمه تلافیِ صد جفا بکند

طبیبِ عشق مسیحادم است و مشفق لیک — چو درد در تو نبیند کرا دوا بکند

ز بختِ خفته ملولم بود که بیداری — بوقتِ فاتحهٔ صبح یک دعا بکند

ساقیا جام میم ده که نگارندهٔ غیب — نیست معلوم که در پردهٔ اسرار چه کرد

ق

آن که پر نقش زد این دایرهٔ مینائی — کس ندانست که در گردشِ پرگار چه کرد

دست در حلقهٔ آن زلفِ دوتا نتوان کرد
تکیه بر عهد تو و بادِ صبا نتوان کرد

آنچه سعی است من اندر طلبت بنمودم
این قدر هست که تغییرِ قضا نتوان کرد

من چه گویم که ترا نازکیِ طبع لطیف
تا بحدیست که آهسته دعا نتوان کرد

نظرِ پاک توان در رخِ جانان دیدن
که در آئینه نظر جز به صفا نتوان کرد

دانی که چنگ و عود چه تقریر می کنند
پنهان خورید باده که تکفیر می کنند

جز قلب تیره هیچ نشد حاصل و هنوز
باطل درین خیال که اکسیر می کنند

گویند رمز عشق مگویید و مشنوید
مشکل حکایتیست که تقریر می کنند

صد ملک دل به نیم نظر می توان خرید
خوبان درین معامله تقصیر می کنند

ما از برون در شده مغرور صد فریب
تا خود درون پرده چه تقریر می کنند

قومے بجد و جهد گرفتند وصل دوست
قومے دگر حواله به تقدیر می کنند

فی الجمله اعتماد مکن بر ثبات دهر
کاین کارخانه ایست که تغییر می کنند

مے خور که شیخ و حافظ و مفتی و محتسب
چون نیک بنگری همه تزویر می کنند

در نظربازی ما بیخبران حیرانند
من چنینم که نمودم دگر ایشان دانند

وصف رخساره خورشید ز خفاش مپرس
که درین آینه صاحب نظران حیرانند

گر شوند آگه از اندیشه ما مغبچگان
بعد ازین خرقه صوفی بگرو نستانند

مفلسانیم و هوائے مے و مطرب داریم
آه اگر خرقه پشمین بگرو نستانند

زاهد ار رندی حافظ نکند فهم چه باک
دیو بگریزد ازان قوم که قران خوانند

دوش وقت سحر از غصه نجاتم دادند
واندران ظلمت شب آب حیاتم دادند

من اگر کامروا گشتم و خوشدل چه عجب
مستحق بودم و اینها بزکاتم دادند

این همه قند و شکر کز سخنم می ریزد
اجر صبریست کزاں شاخ نباتم دادند
کیمیا ئیست عجب بندگیِ پیر مغاں
خاکِ او گشتم و چندیں درجاتم دادند
شکرِ شکر بشکرانہ بیفشاں اے دل
کہ نگار خوش و شیریں حرکاتم دادند

دوش دیدم کہ ملائک درِ میخانہ زدند
گلِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

شکرِ ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد
حوریاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند

جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

ما بصد خرمنِ پندار ز رہ چوں نرویم
چوں رہِ آدم بیدار بیک دانہ زدند

کس چو حافظ نکشید از رخِ اندیشہ نقاب
تا سرِ زلفِ عروسانِ سخن شانہ زدند

بفروغِ چہرہ زلفت ہمہ شب زند رہِ دل
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

دیدم بیست که دلدار پیامے نفرستاد
ننوشت کلامے و سلامے نفرستاد
فریاد که آن ساقی شکرلب سرمست
دانست که مخمورم و جامے نفرستاد
چندان که زدم لاف کرامات و مقامات
ہیچم خبر از ہیچ مقامے نفرستاد

دی پیر میفروش که ذکرش بخیر باد
گفتا شراب نوش و غم دل ببر زیاد
بیخار گل نباشد و بے نیش نوش ہم
تدبیر چیست وضع جہان این چنین فتاد
حافظ گرت ز پند حکیمان ملالت است
کوته کنیم قصہ که عمرت دراز باد

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد
عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد
دیگران قرعۂ قسمت ہمہ بر عیش زدند
دل غمدیدۂ ما بود که ہم بر غم زد
نظرے کرد که بیند بجہان صورت خویش
خیمہ در آب و گل مزرعۂ آدم زد
حافظ آں روز طربنامۂ عشق تو نوشت
که قلم بر سر اسباب دل خرم زد

دوش می آمد و رخسارہ بر افروختہ بود
تا کجا باز دل غمزدۂ سوختہ بود
کفر زلفش رہ دیں می زد و آں سنگیں دل
در رہش مشعلہ از چہرہ بر افروختہ بود

دل بسے خوں بکف آور دولے دیدہ بریخت
اللہ اللہ کہ تلف کردو کہ اندوختہ بود
گرچہ می گفت کہ زارت بکشم می دیدم
کہ نہانش نظرے با منِ دل سوختہ بود
گفت وخوش گفت برو فرقہ بسوزاں حافظ
یا رب ایں قلب شناسی کہ آموختہ بود

درآں ہوا کہ جز برق اندر طلب نباشد
درکارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است
درکیش جاں فروشاں فضل و ہنر نزیبد
درمحفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ است
مے خور کہ عمر سرمد گر در جہان توان یافت

گر خرمنے بسوزد چنداں عجب نباشد
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد
اینجا نسب نگنجد اینجا حسب نباشد
خود را بزرگ دیدن شرطِ ادب نباشد
جز بادۂ بہشتی ہیچش سبب نباشد

دلم جز مہرِ مہرویاں طریقے بر نمی گیرد
نصیحت کم کن و ما را بلفرہا دف و بخش
سرو چشمے بایں خوبی تو گوئی چشم از دبر گیر
نصیحت گوئے رنداں را کہ با حکمِ خدا جنگ است

زہر در می دہم پندش ولیکن در نمی گیرد
کہ غیر از راستی نقشے درین جوہر نمی گیرد
برو کایں وعظ بے معنی مراد سر نمی گیرد
دلش بس تنگ می بینم چرا ساغر نمی گیرد

چه خوش صید دلم کردی بنازم چشم مستت را	که کس آهوی وحشی را ازین خوشتر نمی گیرد
خدارا رحمی ای منعم که درویش سر کوئت	در دیگر نمی داند ره دیگر نمی گیرد
من از پیر مغان دیدم کرامتهای مردانه	که این دلق ریائی را بجای می نمی گیرد
چل سال رنج و غصه کشیدیم و عاقبت	تدبیر ما بدست شراب دو ساله بود

دمی با غم بسر بردن جهان یکسر نمی ارزد
بمی بفروش دلق ما کزین بهتر نمی ارزد
بکوی می فروشانش بجامی بر نمی گیرند
زهی سجاده تقوی که یک ساغر نمی ارزد
شکوه تاج سلطانی که بیم جان درو درج است
کلاه دلکش است اما بدرد سر نمی ارزد
بشو این نقش دلتنگی که در بازار یکرنگی
به نعمتهای گوناگون می احمر نمی ارزد
برو گنج قناعت جو بکنج عافیت بنشین
که یکدم تنگدل بودن به بحر و بر نمی ارزد

چو حافظ در قناعت کوش واز دنیائے دوں بگذر
که یک جو منتِ دوناں بصد من زر نمی ارزد

دوستاں دختر رز توبه ز مستوری کرد
شد بر محتسب و کار بدستوری کرد
نه بهفت آب که رنگش بصد آتش نرود
آنچه با خرقهٔ زاهد مے انگوری کرد

درختِ دوستی بنشاں که کام دل ببار آرد
نهالِ دشمنی برکن که رنج بیشمار آرد
عماری دار لیلی را که مهر و ماه در حکم است
خدایا در دل اندازش که بر مجنوں گذار آرد
دریں باغ ار خدا خواهد دریں پیرانه سر حافظ
نشیند برلبِ جوئے و سروے در کنار آرد

از چشمِ شوخش اے دل ایمانِ خود نگهدار
کاں جادوے کماں کش بر عزمِ غارت آمد

در نمازم خمِ ابروے تو چوں یاد آمد
حالتے رفت که محراب بفریاد آمد
بوئے بہبود ز اوضاعِ جہاں می شنوم
شادی آورد گل و بادِ صبا شاد آمد

دلفریبانِ نباتی ہمہ زیور بستند
دلبر ماست کہ با حُسنِ خدادا د آمد

زیر بارند درختاں کہ تعلق دارند
اے خوشا سرو کہ از بندِ غم آزاد آمد

بخط و خالِ گدایاں مدہ خزینۂ دل
بدست شاہ وشے دہ کہ محترم دارد

مراد دل زکہ جویم کہ نیست دلدارے
کہ جلوۂ نظر و شیوۂ کرم دارد

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

ہردم چو بے وفایاں نتواں گرفت یارے
مائیم و آستانش تا جاں زتن برآید

نیکنامی خواہی اے دل با بداں صحبت مدار
خود پسندی - جانِ من - برہانِ نادانی بود

دی عزیزے گفت **حافظ** می خورد پنہاں شراب
اے عزیزِ من گناہ آں بہ کہ پنہانی بود

ہمہ چیز دارد دلارام لیکن
دریغا کہ با ما وفائے نہ دارد

چو ماہ است روشن کہ بے مہر روئے
دل و جانِ **حافظ** صفائے نہ دارد

رو بر رہش نہادم و بر من گزر نکرد / صد لطف چشم داشتم و یک نظر نکرد

راہے بزن کہ آہے بر ساز آں تواں زد
شعرے بخواں کہ با او رطلِ گراں تواں زد
گر دولت وصالت خواہد درے کشودن
سرہا بدیں تخیل بر آستاں تواں زد
درویش را نباشد منزل سرائے سلطان
مائیم و کہنہ دلقے کآتش دراں تواں زد

رسید مژدہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند / چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند
من ارچہ در نظرِ یار خاکسار شدم / رقیب نیز چنیں محترم نخواہد ماند
غنیمتے شمر اے شمع وصل پروانہ / کہ ایں معاملہ تا صبح دم نخواہد ماند
چہ جائے شکر و شکایت ز نقشِ نیک و بد است / کہ کس ہمیشہ گرفتارِ غم نخواہد ماند

رسید مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید / وظیفہ گر برسد مصرفش گل است و نبید
من ایں مرقعِ رنگیں چو گل بخواہم سوخت / کہ پیر بادہ فروشش بجرعۂ نخرید
بکوئے عشق منہ بے دلیلِ راہ قدم / کہ گم شد آنکہ دریں رہ برہبرے نرسید

ز میوه‌هاے بهشتی چه ذوق دریابد
کسے که سیب زنخدان شاهدی نگزید

مکن ز غصه شکایت که در طریق ادب
براحتی نرسید آنکه زحمتی نکشید

بعد ازیں نور به آفاق دهیم از دل خویش
که بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

صبح امید که بد معتکف پردهٔ غیب
گو برون آے که کار شب تار آخر شد

در شمار ارچه نیاورد کسے حافظ را
شکر کاں محنت بے حد و شمار آخر شد

زاهد خلوت نشیں دوش بمیخانه شد
از سر پیماں گذشت بر سر پیمانه شد

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت
چهرهٔ خندان شمع آفت پروانه شد

گریهٔ شام و سحر شکر که ضایع نگشت
قطرهٔ باران ما گوهر یکدانه شد

نرگس ساقی بخواند آیت افسونگری
حلقهٔ اوراد ما گردش پیمانه شد

محتسب ما که دی جام و قدح می‌شکست
دوش بیک جرعهٔ مے عاقل و فرزانه شد

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما می کرد — آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا می کرد

ف

گوہرے کز صدفِ کون و مکاں بیرون بود — طلب از گمشدگانِ لبِ دریا می کرد

گفت آں یار کزو گشت سرِ دار بلند — جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا می کرد

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید — دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

سالہا دفترِ ما در گرو صہبا بود — رونقِ میکدہ از درس و دعاے ما بود

نیکیِ پیرِ مغاں بیں کہ چو ما بدمستاں — ہر چہ کردیم بچشمِ کرمش زیبا بود

قلب اندودۂ حافظ برِ او خرج نشد — کہ معامل ہمہ عیب نہاں بینا بود

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند — زیں قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

طیِ مکاں بہبیں و زماں در سلوکِ شعر — کایں طفلِ یکشبہ رہِ یکسالہ می رود

سمن بویاں غبارِ غم چو بنشینند بنشانند
پری رویاں قرارِ دل چو بستیزند بستانند
بعمرے یک نفس با ما چو بنشینند برخیزند
نہالِ شوق در خاطر چو برخیزند بنشانند

شادی یارِ پری چہرہ بدہ بادہ ناب
کہ مے لعل دوائے دلِ غمگیں آمد

ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد
دلِ رمیدۂ ما را انیس و مونس شد

نگارِ من کہ بہ مکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرس شد

بصدرِ مصطبہ ام می نشاند اکنوں یار
گدائے شہر نگہ کن کہ میر مجلس شد

لب از ترشح مے پاک کن برائے خدا
کہ خاطرم بہزاراں گنہ موسوس شد

کرشمۂ تو شرابے بعاشقاں پیمود
کہ علم بے خبر افتاد و عقل بےحس شد

چو زر عزیز وجود است شعرِ من آرے
قبولِ دولتیاں کیمیائے ہر مس شد

ساقی ار بادہ ازیں دست بجام اندازد
عارفاں را ہمہ در شرب مدام اندازد

اے خوشا حالت آں مست کہ در پائے حریف
سر و دستار نداند کہ کدام اندازد

زاہدا سر بکلہ گوشۂ خورشید برآر
بخت اگر قرعہ بدیں ماہ تمام اندازد

زاہدِ خام طمع بر سر انکار بماند
پختہ گردد چو نظر بر مے دجام اندازد

بادہ با محتسب شہر ننوشی حافظ
کہ خورد بادہ ات و سنگ بجام اندازد

من از بیگانگاں ہرگز ننالم — کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد
بشارت بر بکوئے میفروشاں — کہ حافظ توبہ از زہد و ریا کرد

شاہداں گر دلبری زیں ساں کنند — زاہداں را رخنہ در ایماں کنند
عاشقاں را بر سر خود حکم نیست — انچہ فرمانِ تو باشد آں کنند

شرابِ بیغش و ساقیِ خوش دو دام رہ اند — کہ زیرکانِ جہاں از کمندِ شاں نرہند
من ارچہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ — ہزار شکر کہ یارانِ شہر بے گنہند
مبیں حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم — شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہند
غلامِ ہمتِ دردی کشانِ یکرنگم — نہ آں گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہند
بہوش باش کہ ہنگامِ بادِ استغنا — ہزار خرمنِ طاعت بہ نیم جو نہ نہند

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد
بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

در رہ عشق نشد کس بیقیں محرم راز
ہر کسے بر حسب فہم گمانے دارد
با خراباتِ نشیناں ز کرامات ملاف
ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد
مدعی گو بہ رو و نکتہ بہ حافظ مفروش
کلک ما نیز زبانے و بیانے دارد

شراب و عیش نہاں چیست کارِ بی‌بنیاد
زدیم بر صفِ رنداں و ہر چہ باداباد

نمی دہند اجازت مرا بہ سیر سفر
نسیمِ خاکِ مصلّیٰ و آبِ رکنا باد

صوفی نہاد دام و درِ حلقہ باز کرد
بنیادِ مکر با فلکِ حقہ باز کرد

فردا کہ پیش گاہِ حقیقت شود پدید
شرمندہ رہروے کہ نظر بر مجاز کرد

حافظ مکن ملامتِ رنداں کہ در ازل
ما را خدا از زہد و ریا بے نیاز کرد

صوفی ار بادہ باندازہ خورد نوشش باد
ورنہ اندیشۂ ایں کار فراموشش باد

گرچه از کبر سخن با منِ درویش نه کرد
جاں فدائے شکریں پستۂ خاموشش باد
پیرِ ما گفت خطا در قلمِ صنع نه رفت
آفریں بر نظرِ پاکِ خطاپوشش باد

صبا وقتِ سحر بوئے ز زلفِ یار می آورد
دلِ شوریدۂ ما را ز نو در کار می آورد
سراسر بخششِ جاناں طریقِ لطف و احساں بُود
اگر تسبیح می فرمود۔ اگر زنار می آورد
عجب می داشتم دی شب ز حافظ جام و پیمانہ
ولے منعش نمی کردم کہ صوفی وار می آورد

چہ جائے صحبتِ نامحرم است مجلسِ اُنس
ز خانقاہ بمیخانہ می رود حافظ

سر پیالہ بپوشاں کہ خرقہ پوش آمد
مگر ز مستیِ زہد و ریا بہوش آمد

طایرِ دولت اگر باز گذارے بکند
یار باز آید و با وصل قرارے بکند

گو کریمے کہ ز بزمِ طربش غمزدہ
جرعۂ درکشد و دفعِ خمارے بکند

یا وفا یا خبرِ وصل تو یا مرگِ رقیب
بازیِ چرخ ازیں یک دو سہ کاری بکند

عکس روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد
عارف از خندۂ مے در طمعِ خام افتاد

جلوۂ کرد رخش روز ازل زیرِ نقاب
عکسے از پرتوِ آں بر رخِ افہام افتاد

غیرتِ عشق زبانِ ہمہ خاصاں ببرید
از کجا سرِ غمش در دہنِ عام افتاد

ہر دمش با منِ دلسوختہ لطفے دگر است
ایں گدا بیں کہ چہ شایستۂ انعام افتاد

پاک بیں از نظرِ پاک بمقصود رسید
احول از چشمِ دوبیں در طمعِ خام افتاد

زیرِ شمشیرِ غمش رقص کناں باید رفت
کانکہ شد کشتۂ او نیک سرانجام افتاد

در خمِ زلفِ تو آویخت دل از چاہِ زنخ
آہ کز چاہ بروں آمد و در دام افتاد

آں شد اے خواجہ کہ در صومعہ بازم بینی
کارِ ما با رخِ ساقی و لبِ جام افتاد

من ز مسجد بخرابات نہ خود افتادم
اینم از روزِ ازل حاصلِ فرجام افتاد

چہ کند کز پئے دوراں نرود چوں پرگار
ہر کہ در دائرۂ گردشِ ایام افتاد

صوفیاں جملہ حریفند و نظرباز ولے
زیں میاں حافظِ دلسوختہ بدنام افتاد

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجدارانند
خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

ترا صبا و مرا آبِ دیدہ شد غماز
وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند

رقیب درگذر و بیش ازیں مکن نخوت
کہ ساکنانِ درِ دوست خاکسارانند

نصیب ماست بهشت ای خداشناس برو — که مستحق کرامت گناهکارانند
نه من بر آن گل عارض غزل سرایم و بس — که عندلیب تو از هر طرف هزارانند
بیا بمیکده و چهره ارغوانی کن — مرو بصومعه کانجا سیاه کارانند
خلاص حافظ از آن زلف تابدار مباد — که بستگان کمند تو رستگارانند

قتل این خسته بشمشیر تو تقدیر نبود — ور نه هیچ از دل بی رحم تو تقصیر نبود
سر ز حیرت بدر میکده ها بر کردم — چون شناسای تو در صومعه یک پیر نبود
آیتی بد ز عذاب انده حافظ بی تو — که بر هیچکسش حاجت تفسیر نبود

گر رنج پیشت آید و گر راحت ای حکیم — نسبت مکن بغیر که اینها خدا کند
ما را که درد عشق و بلای خمار هست — یا وصل دوست یا می صافی دوا کند
جان رفت در سر می و حافظ زغصه سوخت — عیسی دمی کجاست که احیای ما کند

گوهر پاک تو از مدحت ما مستغنی است — فکر مشاطه چه با حسن خداداد کند
امتحان کن که بسی گنج مرادت بدهند — گر خرابی چو مرا لطف تو آباد کند
شاه را به بود از طاعت صد ساله زهد — قدر یک ساعت عمری که در او داد کند

کسی که حسن رخ دوست در نظر دارد — محقق است که او حاصل بصر دارد

ز زهد خشک ملولم بیار بادهٔ ناب — که بوی باده دماغم مدام تر دارد

کسی که از ره تقوی قدم برون ننهاد — بعزم میکده اکنون سر سفر دارد

ز باده هیچت اگر نیست این نه بس که ترا — دمی ز وسوسهٔ عقل بی خبر دارد

گر من از باغ تو یک میوه بچینم چه شود — پیش پائی بچراغ تو ببینم چه شود

زاهد شهر چو مهر ملک و شحنه گزید — من اگر مهر نگاری بگزینم چه شود

من که در کوی بتان منزل و ماوا دارم — گر دهی جای بفردوس برینم چه شود

بکوی عشق منه بی دلیل راه قدم — که من بخویش نمودم صد اهتمام و نشد

کسی شعر تر انگیزد خاطر که حزین باشد — یک نکته درین معنی گفتیم و همین باشد

از لعل تو گر یابم انگشتری زنهار — صد ملک سلیمانم در زیر نگین باشد

غمناک نباید بود از طعن حسود ای دل — شاید که چو وابینی خیر تو درین باشد

جام می و خون دل هر یک بکسی دادند — در دائرهٔ قسمت اوضاع چنین باشد

در کار گلاب و گل حکم ازلی این بود — کاین شاهد بازاری وان پرده نشین باشد

آن نیست که حافظ را رندی بشد از خاطر — کاین سابقهٔ پیشین تا روز پسین باشد

جاں نقدِ محقر است حافظا	از بہرِ نثار خوش نباشد
گوہرِ مخزنِ اسرار ہمانست کہ بود طالبِ لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید زلف ہندوے تو گفتم کہ دگر رہ نزند	حقۂ مہر بداں مُہر و نشانست کہ بود ہمچناں درعملِ معدن و کانست کہ بود سالہا رفت و بداں سیرت و شانست کہ بود
بباغ تازہ کن آیینِ دینِ زردشتی ز دست شاہدِ یوسف جمال و عیسیٰ دم جہاں چو خلدِ بریں شد بدورِ سوسن و گل	کنوں کہ لالہ برافروخت آتشِ نمرود شراب نوش و رہا کن حدیثِ عاد و ثمود ولے چہ سود کہ در وے نہ ممکن است خلود

گرچہ بر واعظِ شہر ایں سخن آساں نہ شود
تا ریا ورزد و سالوس مسلماں نہ شود
گوہرِ پاک بباید کہ شود قابلِ فیض
ورنہ ہر سنگ و گلے لولو و مرجاں نشود
عشق می ورزم و امید کہ ایں فنِ شریف
چوں ہنرہاے دگر موجبِ حرماں نشود

دوش می گفت که فردا بدهم کام دلت
سببی ساز خدایا که پشیمان نه شود
ذره را تا نبود همت عالی حافظ
طالب چشمهٔ خورشید درخشان نشود

از حشمت اهلِ جهل بکیوان رسیده اند
جز آهِ اهلِ فضل بکیوان نمی رسد
صوفی بشوی زنگ دلِ خود به آب ے
زین شست وشوئے خرقهٔ غفران نمی رسد
حافظ صبور باش که در راهِ عاشقی
هر کس که جان نداد به جانان نمی رسد

کمالِ صدق محبت ببیں نہ نقص گناہ
کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بہ عیب کُند

مژده اے دل که مسیحا نفسے می آید
که ز انفاسِ خوشش بوئے کسے می آید
ہا ہیچ کس نیست که در کوئے تو اش کارے نیست
ہر کس اینجا با امیدِ ہوسے می آید
کس ندانست که منزلگه مقصود کجاست
ایں قدر هست که بانگ جرسے می آید

جرعه ده که به میخانهٔ ارباب کرم
هر حریفی ز پی ملتمسی می آید

دوست را گر سر پرسیدن بیمار غم است
گو بیا خوش که هنوزش نفسی می آید

یار دارد سر صید دل حافظ یاران
شاهبازی به شکار مگسی می آید

پیر دردی‌کش ما گرچه ندارد زر و زور
خوش عطابخش و خطاپوش خدایی دارد

از عدالت نبود دور گرش پرسد حال
پادشاهی که به همسایه گدایی دارد

ستم از غمزه میاموز که در مذهب عشق
هر عمل اجری و هر کرده جزایی دارد

من و انکار شراب این چه حکایت باشد
غالباً این قدرم عقل و کفایت باشد

من که شبها ره تقوی زده‌ام با دف و چنگ
این زمان سر به ره آرم چه حکایت باشد

زاهد ار راه به رندی نبرد معذور است
عشق کاریست که موقوف هدایت باشد

تا به غایت ره میخانه نمی‌دانستم
ورنه مستوری ما تا به چه غایت باشد

بندهٔ پیر مغانم که ز جهلم برهاند
پیر ما هر چه کند عین رعایت باشد

زاهد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز
تا خود او را ز میان با که عنایت باشد

دوش ازین غصه نخفتم که حکیمی می‌گفت
حافظ ار باده خورد جای شکایت باشد

معاشران ز حریف شبانه یاد آرید
حقوق بندگی مخلصانه یاد آرید

مئی خور بہ زمانے غمِ وفاداراں	ز بے وفائی دورِ زمانہ یاد آرید
سمندِ دولت اگر تند و سرکش است ولے	ز ہمرہاں بسرِ تازیانہ یاد آرید
من و صلاح و سلامت کس ایں گماں نبرد	کہ کس برندِ خرابات ظنِ آں نبرد
مباش غرہ بعلم و عمل فقیہہ زماں	کہ ہیچ کس ز قضائے خدائی جاں نبرد
مشو فریفتۂ رنگ و بو فرح درکش	کہ زنگِ غم ز دلت جز مئے مغاں نبرد
اگرچہ دیدہ بود پاسبانِ نوائے دل	بہوش باش کہ نقدِ تو پاسباں نبرد
سخن بنزد سخنداں ادا مکن حافظ	کہ تحفہ کس دُرّ و گوہر بہ بحر و کاں نبرد
ہزار آفریں بر مئے سُرخ باد	کہ از روئے ما رنگِ زردی ببرد
برو زاہدا خوردہ بر من مگیر	کہ کارِ خدائی نہ کاریست خرد
مرا از ازل عشق شد سرنوشت	قضائے نبشتہ نشاید سُترد
مزن دم ز حکمت کہ در وقتِ مرگ	ارسطو دہد جاں چو بیچارہ گُرد
مکن رنج بیہودہ خرسند باش	قناعت کُن ار نیست اطلس بُرد
چناں زندگانی کن اندر جہاں	کہ چوں مردہ باشی نگویند مُرد
مرا مہر سیہ چشماں ز سر بیروں نخواہد شد	قضائے آسمان است ایں و دیگر گوں نخواہد شد

مرا روز ازل کارے بجز رندی نفرمودند
بیا تا در صفِ رنداں ببانگِ چنگ مے نوشیم

ہر آں قسمت کہ آنجا شد کم و افزوں نخواہد شد
کہ سازِ شرع زیں افسانہ بے قانون نخواہد شد

شبے مجنون بہ لیلیٰ گفت کاے محبوبِ بے ہمتا
ترا عاشق شود پیدا ولے مجنوں نخواہد شد

معاشران گرہ از زلفِ یار باز کنید
شبے خوش است بایں قصہ اش دراز کنید
حضورِ مجلسِ اُنس است دوستاں جمع اند
وَاِنْ یَّکاد بخوانید و در فراز کنید
میانِ عاشق و معشوق فرق بسیار است
چو یار ناز نماید شما نیاز کنید
بجانِ دوست کہ غم پردہ شما نہ درد
گر اعتماد بر الطافِ کارساز کنید
نخست موعظۂ پیرِ مے فروش اینست
کہ از معاشرِ ناجنس احتراز کنید

مرا بوصل تو گر زانکہ دسترس باشد
دگر ز طالعِ خویشم چہ ملتمس باشد

بر آستانِ تو غوغائے عاشقاں عجب
کہ ہر کجا شکرستاں بود مگس باشد

چه حاجت است بشمشیر قتلِ عاشق را
که نیم جانِ مرا یک کرشمه بس باشد

هزار بار شود آشنا و دیگر بار
مرا به بیند و گوید که این چه کس باشد

روز و شب غصه و خون میخورم و چون نخورم
چون ز دیدار تو دورم بچه باشم دلشاد
حافظِ دل شده مستغرق یادت شب و روز
تو ازین بندهٔ دلخسته بکلی آزاد

مژده ای دل که دگر بادِ صبا باز آمد
هدهد خوش خبر از طرفِ سبا باز آمد

عارفی کو که کند فهم زبانِ سوسن
تا بگوید که چرا رفت و چرا باز آمد

مردمی کرد و کرم بختِ خدا دادهٔ من
کان بتِ سنگدل از راهِ وفا باز آمد

گرچه ما عهد شکستیم و گنه حافظ کرد
لطفِ او بین که بصلح از در ما باز آمد

نقد ها را بود آیا که عیاری گیرند
تا همه صومعه داران پی کاری گیرند

رقص بر شعر تر و نالهٔ نی خوش باشد
خاصه رقصی که در آن دست نگاری گیرند

قوت بازوی پرهیز بخوبان مفروش
که درین خیل حصاری بسواری گیرند

زاغ چون شرم ندارد که نهد پا بر گل
بلبلان را سزد از دامنِ خاری گیرند

حافظ ابنای زمان را غم مسکینان نیست	زین میان گر بتوان به که کناری گیرند
نه هر که چهره برافروخت دلبری داند	نه هر که آئنه دارد سکندری داند
نه هر که طرف کله کج نهاد و تند نشست	کلاهداری و آئین سروری داند
هزار نکتهٔ باریک تر ز مو اینجاست	نه هر که سر بتراشد قلندری داند
بقد و چهره هر آن کس که شاه خوبان شد	جهان بگیرد اگر دادگستری داند
وفای عهد نکو باشد ار بیاموزی	وگرنه هر که تو بینی ستمگری داند
تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن	که خواجه خود روش بنده پروری داند
ز شعر دلکش حافظ کسی شود آگاه	که لطف طبع و سخن گفتن دری داند
نیست در شهر نگاری که دل ما ببرد	بختم ار یار شود رختم ازین جا ببرد
علم و فضلی که بچل سال دلم جمع آورد	ترسم آن نرگس مستانه بیغما ببرد
نفس باد صبا مشک فشان خواهد شد	عالم پیر دگرباره جوان خواهد شد
گل عزیز است غنیمت شمریدش صحبت	که بباغ آمد ازین راه و ازان خواهد شد
ای دل ار عشرت امروز بفردا فکنی	مایهٔ نقد بقا را که ضمان خواهد شد
گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن	مجلس وعظ دراز است زمان خواهد شد

حافظ از بہر تو آمد سوئے اقلیم وجود
قدمے نہ بود اعشق کہ رواں خواہد شد

نقدِ صوفی نہ ہمہ صافی و بیغش باشد
اے بسا خرقہ کہ مستوجبِ آتش باشد

خوش بود گر محکِ تجربہ آید بمیاں
تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

ناز پرورد تنعم نبرد راہ بدست
عاشقی شیوۂ رنداں بلاکش باشد

غمِ دنیائے دنی چند خوری بادہ بخور
حیف باشد دلِ دانا کہ مشوش باشد

دلق و سجادۂ حافظ ببرد بادہ فروش
گر شراب از کفِ آں ساقیِ مہوش باشد

نسبت رویت اگر با ماہ و پرویں کردہ اند
صورتے نادیدہ تشبیہے بہ تخمیں کردہ اند

ساقیا مے دہ کہ با حکمِ ازل تدبیر نیست
قابلِ تغییر نبود آنچہ تعیین کردہ اند

در سفالیں کاسۂ رنداں بخواری منگرید
کایں حریفاں خدمتِ جامِ جہاں بیں کردہ اند

واعظاں کیں جلوہ در محراب و منبر می کنند
چوں بخلوت می روند آں کارِ دیگر می کنند

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند

بندۂ پیر خراباتم کہ درویشان او
گنج را از بے نیازی خاک بر سر می کنند

اے گدائے خانقہ باز آ کہ در دیر مغاں
می دہند آبے و دلہا را توانگر می کنند

صبحدم از عرش می آمد خروشے باز گفت
قدسیاں گوئی کہ شعر حافظ از بر می کنند

ہر کہ شد محرم دل در حرم یار بماند
وانکہ ایں کار ندانست دراں کار بماند

اگر از پردہ بروں شد دل من عیب مکن
شکر ایزد کہ نہ در پردۂ پندار بماند

صوفیاں واستدند از گرو مے ہمہ رخت
خرقۂ ماست کہ در خانہ خمار بماند

خرقہ پوشاں ہمگی مست گزشتند و گزشت
قصۂ ماست کہ در کوچہ و بازار بماند

داشتم دلقے و صد عیب مرا می پوشید
خرقہ رہن مے و مطرب شد و زنار بماند

جز دلم کو ز ازل تا بابد عاشق اوست
جاوداں کس نشنیدم کہ دریں کار بماند

گشت بیمار کہ چوں چشم تو گردد نرگس
شیوۂ آں نشدش حاصل و بیمار بماند

بخواری منگر اے منعم ضعیفان و فقیران را | کہ صدرِ مسندِ عزت فقیرِ رہ‌نشین دارد

حدیثِ دوست نگویم مگر بحضرت دوست | کہ آشنا سخنِ آشنا نگہدارد
نگہ نداشت دلِ ما و جائے رنجش نیست | ز دستِ بندہ چہ خیزد خدا نگہدارد

ہمائے اوجِ سعادت بدام ما افتد | اگر ترا گذرے بر مقام ما افتد
بہ بارگاہ تو چون باد را نباشد راہ | کے اتفاقِ مجالِ سلام ما افتد
بنا امیدی ازین در مرو برائے خدا | بود کہ قرعۂ دولت بنام ما افتد

گر رود از پئے خوبان دلِ من معذور است
درد دارد چہ کند کز پئے درمان نہ رود
ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگردان
دل بخوبان ندہد در پئے ایشان نرود

دلِ شکیبِ ترا اشکِ من آورد براہ | سنگ را سیل تواند برہ دریا برد

یاد باد آنکہ نہایت نظرے با ما بود | رقمِ مہرِ تو بر چہرۂ ما پیدا بود

یاد باد آنکه چو چشمت بعتابم می‌کشت
معجز عیسویت در لب شکرخا بود

یاد باد آنکه سر کوی توام منزل بود
دیده را روشنی از خاک درت حاصل بود

راست چون سوسن و گل از اثر صحبت پاک
بر زبان بود مرا آنچه ترا در دل بود

دل چو از پیر خرد نقد معانی می‌جست
عشق می‌گفت بشرح آنکه برو مشکل بود

آه ازین جور و تظلم که درین دامگه است
وای ازان عیش و تنعم که درین منزل بود

در دلم بود که بی دوست نباشم هرگز
چه توان کرد که سعی من و دل باطل بود

بس بگشتم که بپرسم سبب درد فراق
مفتی عقل درین مسئله لایعقل بود

حافظ اسرار الهی کس نمیداند خموش
از که می‌پرسی که دور روزگاران را چه شد

از سر مستی دگر با شاهد عهد شباب
رجعتی می‌خواستم اما طلاق افتاده بود

ای معبر مژده‌ٔ فرما که دوشم آفتاب
در شکرخواب صبوحی هم وثاق افتاده بود

هر کس که بدید چشم او گفت
کو محتسبی که مست گیرد

خرم دل آنکه همچو حافظ
جامی ز می الست گیرد

ر

سخن سربستہ گفتی با حریفاں
سکندر را نمی بخشند آبے

عذار ازیں معمّا پردہ بردار
بزور و زر میسر نیست ایں کار

حافظ تو تا بکے غم مالِ جہاں خوری
بسیار غم مخور کہ جہاں نیست پائدار

با دا ہزار دشمن اگر یار با من است
دانم معاندان را و نترسم ز کارزار

گر سرو پیش قدِ تو سر میکشد ہر نخ
عقلِ طویل را نبود ہیچ اعتبار

منکراں را ہم ازیں مے دو سہ ساغر بچشاں
ساقیا عشرت امروز بفردا مفگن

وگر ایشاں نستانند روانے بمن آر
یا ز دیوانِ قضا خط امانے بمن آر

دلا چندم بریزی خون ز دیدہ شرم دار آخر
تو ہم اے دیدہ خوابے کن مرادے دل برآر آخر

مراد دنیا و عقبیٰ بمن بخش ید روزی بخش
بگوشم قول چنگ اول بدستم زلف یار آخر
دلا در ملک شبخیزی گر از اندوه نگریزی
دم صبحت بشارتها بیارد زان نگار آخر
بتے چوں ماہ زانو زد مے چوں لعل پیش آورد
تو گوئی تائبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر

دیگر ز شاخ سرو سہی بلبل صبور
اے گل بشکر آں کہ شگفتی بکام دل
زاہد اگر بحور و قصور است امیدوار
از دست غیبت تو شکایت نمی کنم
گرد یگراں بعیش و طرب خرم اند و شاد
مے خور بہانگ چنگ و مخور غصہ ور کسے

گلبانگ زد کہ چشم بد از روئے گل بدور
با بلبلان بیدل و شیدا مکن غرور
ما را شراب خانہ قصور است و یار حور
تا نیست غیبتے ندہد لذتے حضور
ما را غم نگار بود مایہ سرور
گوید ترا کہ بادہ مخور گو ھو الغفور

برلب تشنۂ من بین و مدار آب دریغ
در سماع آے و ز سر خرقہ بر انداز برقص
دوست گو دوست شو و ہر دو جہاں دشمن باش

بر سر کشتہ خود آے و ز خاکش برگیر
ورنہ در گوشہ نشیں دلق ریا در برگیر
بخت گو روئے کن و روئے زمیں لشکر گیر

صوف برکش ز سر و بادۂ صافی درکش — سیم در باز و بر و سیمبرے در برگیر

حافظ آراستہ کن بزم و بگو واعظ را — کہ ببین مجلسم و ترکِ سرِ منبر گیر

روسے بنما و وجودِ خودم از یاد ببر — خرمنِ سوختگاں را ہمہ گو باد ببر

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی — مزد اگر می طلبی طاعتِ اوستاد ببر

دوش می گفت بمژگانِ درازت بکشم — یارب از خاطرش اندیشۂ بیداد ببر

یا صواب است یا خطا خوردن — گر خطا ہست گو صواب بسیار

وفا خواہی جفاکش باش حافظ — فَاِنَّ الرِّبحَ وَالخُسرَانَ فِی التَّجَرِ

مرادِ ما ہمہ موقوف یک کرشمۂ تست
ز دوستانِ قدیم اینقدر دریغ مدار
حریفِ بزم تو بودم چو ماہ نو بودی
کنونکہ ماہِ تمامی نظر دریغ مدار

دل برگرفتہ بودم از ایامِ گل ولے — کارے نکرد ہمتِ پاکانِ روزگار

گر فوت شد سحور چه نقصان صبوح هست
از می کنند روزه گشا طالبان یار
ترسم که روز حشر عنان بر عنان رود
تسبیح شیخ و خرقهٔ رند شراب خوار

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چه کار
تشنهٔ دردم مرا با وصل و با هجران چه کار
قبله و محراب من ابروی دلدار منست
این دل شوریده را با این چه و با آن چه کار
چونکه اندر هر دو عالم یار می باید مرا
با بهشت و دوزخ و با حور و غلمان چه کار

گر بود عمر به میخانه روم بار دگر
بجز از خدمت رندان نکنم کار دگر
معرفت نیست درین قوم خدایا مددی
تا برم گوهر خود را بخریدار دگر
راز سربستهٔ ما بین که بدستان گفتند
هر زمان با دف و نی بر سر بازار دگر
یار اگر رفت و حق صحبت دیرین نشناخت
حاش لله که روم من ز پی یار دگر
باز گویم نه درین واقعه حافظ تنهاست
غرقه گشتند درین بادیه بسیار دگر

نصیحتی کنمت بشنو و بهانه مگیر
هر آنچه ناصح مشفق بگویدت بپذیر
بر آن سرم که ننوشم می و گنه نکنم
اگر موافق تدبیر من شود تقدیر
چو قسمت ازلی بی حضور ما کردند
گر اندکی نه بوفق رضاست خرده مگیر
بعزم توبه نهادم قدح ز کف صد بار
ولی کرشمهٔ ساقی نمی کند تقصیر

می دو ساله و محبوب چارده ساله
همین بس است مرا صحبت صغیر و کبیر

حدیث توبه درین بزمگه مگو واعظ
که ساقیان کمان ابروت زنند به تیر

چه جای گفته خواجو و شعر سلمان است
که شعر حافظ شیراز به ز شعر ظهیر

یوسف گم گشته باز آید به کنعان غم مخور
کلبهٔ احزان شود روزی گلستان غم مخور

دور گردون گر دو روزی بر مراد ما نگشت
دایما یکسان نماند کار دوران غم مخور

هان مشو نومید چون واقف نهٔ از سر غیب
باشد اندر پرده بازیهای پنهان غم مخور

ای دل ار سیل فنا بنیاد هستی بر کند
چون ترا نوح است کشتیبان ز طوفان غم مخور

گرچه منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید
هیچ راهی نیست کو را نیست پایان غم مخور

ز

صوفی ما که توبه ز می کرده بود دوش
بشکست عهد چون در میخانه دید باز

چون باده مست بر سر خم رفت کف زنان
حافظ که دوش از لب ساغر شنید راز

براه میکده عشاق راست در تگ و تاز
همان نیاز که حجاج را براه حجاز

ز هیچ در نروم بعد ازین ز حضرت دوست
چو کعبه یافتم آیم ز بت پرستی باز

تنم ز هجر تو چشم از جهان فرو می دوخت
امید دولت وصل تو داد جانم باز

منم غریبِ دیار و تویی غریب نواز
دمی بحالِ غریبِ دیارِ خود پرداز

بهر کمند که خواهی بگیر و بازم بند
بشرطِ آنکه زکارم نظر نگیری باز

دلا منال ز شامے که صبح در پے اوست
که نیش و نوش بهم باشد و نشیب و فراز

خیالِ قدِ بلندِ تو می کند دلِ من
تو دستِ کوتهِ من بین و آستینِ دراز

منم که دیده بدیدارِ دوست کردم باز
چه شکر گویمت اے کارساز بنده نواز

ز مشکلاتِ طریقت عنان متاب اے دل
که مرد راه نیندیشد از نشیب و فراز

اگرچه حسنِ تو از عشقِ غیر مستغنی است
من آن نیم که ازین عشقبازی آیم باز

هزار شکر که دیدم بکامِ خویشت باز
ترا بکامِ خود و باتو خویش را دمساز

بدین سپاس که مجلس منوّر است بدوست
گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز

بیا و کشتیِ ما در شطِ شراب انداز
غریو و ولوله در جانِ شیخ و شاب انداز

مرا بکشتیِ باده در افگن اے ساقی
که گفته اند نکوئی بکن و در آب انداز

بجز فلاطونِ خم نشینِ شراب
سرِ حکمت بما که گوید باز

خیز و در کاسهٔ زرآبِ طربناک انداز
پیش از آنکه شود کاسهٔ سرخاک انداز
عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشان ست
حالیا غلغله در گنبدِ افلاک انداز
دلِ ما را که ز مارِ سرِ زلفِ تو بخست
از لبِ خود بشفاخانهٔ تریاک انداز
غسل در اشک زدم کاهلِ طریقت گویند
پاک شو اوّل و پس دیده برآن پاک انداز
یارب آن زاهدِ خود بین که بجز عیب ندید
دودِ آهیش در آئینهٔ ادراک انداز
چشمِ آلوده نظر از رُخِ جاناں دور است
بر رُخِ او نظر از آئنهٔ پاک انداز

فدائے پیرہنِ چاکِ ماہرویاں باد
فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمے
بیا کہ حافظِ مے خانہ دوش با من گفت
پیالہ در کفنم بند تا سحرگہ حشر

ہزار جامۂ تقوے و خرقۂ پرہیز
کہ جز ولائے تو ام نیست ہیچ دستاویز
کہ در مقامِ رضا باش و از قضا مگریز
کہ ز دل ببرم ہول روزِ رستاخیز

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

گو عروسِ فلکی رخ منما از مشرق
که مراد بدن آں ماہ تمام است امروز
زاہدے را کہ نبودے بہ صوامع جائے
بیں کہ در کنجِ خرابات مقام است امروز
صبحدم بلبلِ مست از چہ سبب می نالد
کارِ او چوں ز بہاراں بنظام است امروز
محتسب بیہودہ گو پند مدہ رنداں را
کانکہ باشاہد و مے نیست کدام است امروز

س

جاناں ترا کہ گفت کہ احوالِ ما مپرس
بیگانہ گرد و قصۂ ہیچ آشنا مپرس
درد فہم طبیب خردبابِ عشق نیست
اے دل بدرد خو کن و نام دوا مپرس
ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

بہر یک جرعہ کہ آزار کسش در پے نیست
زحمتے میکشم از مردمِ ناداں کہ مپرس
گوشہ گیری و سلامت ہوسم بود و لے
فتنۂ می کند آں نرگس فتاں کہ مپرس

زاهد از ما بسلامت بگذر کاں مے لعل
دل و دین می برد از دست بدانسان که مپرس
گفتمش زلف بکین که کشادی گفتا
حافظ این قصه دراز است بقرآن که مپرس

من بگوش خود از دهانش دوش — سخنانے شنیده ام که مپرس
همچو حافظ غریب در ره عشق — بمقامے رسیده ام که مپرس

در ضمیر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس — هر دو عالم را بدشمن ده که ما را دوست بس
خاطرم وقتے هوس کردے که بینم چیزها — تا ترا دیدم نکردم جز بدیدارت هوس

دلا رفیق سفر بخت نیکخواهت بس — نسیم روضهٔ شیراز پیک راهت بس
دگر ز منزل جانان سفر مکن درویش — که سیر معنوی و کنج خانقاهت بس
بصدر مصطبه بنشین و ساغر مے نوش — که این قدر ز جهان کسب مال و جاهت بس
زیادتی مطلب کار بر خود آسان کن — که شیشهٔ مے صاف و صنم چو ماهت بس
فلک بمردم نادان دهد زمام مراد — تو اهل دانش و فضلی همین گناهت بس
وگر کمین بگشاید غمے ز کشور دل — حریم درگه پیر مغان پناهت بس

همتِ دگراں خوش مکن که دو جہاں — رضای ایزد و انعام پادشاهت بس

ہیچ وردِ دگر نیست حاجت ای حافظ — دعای نیم شب و وردِ صبحگاهت بس

گلعذاری ز گلستانِ جہاں ما را بس — زین چمن سایهٔ آن سرو روان ما را بس

من و ہم صحبتی اہلِ ریا دورم باد — از گرانانِ جہاں رطلِ گراں ما را بس

قصرِ فردوس بپاداشِ عمل می‌بخشند — ما که رندیم و گدا دیرِ مغاں ما را بس

بنشیں بر لبِ جوی و گذرِ عمر ببیں — کایں اشارت ز جہانِ گذراں ما را بس

نقدِ بازارِ جہاں بنگر و آزارِ جہاں — گر شما را نه بس ایں سود و زیاں ما را بس

یار با ماست چه حاجت که زیادت طلبیم — دولتِ صحبتِ آں مونسِ جاں ما را بس

از درِ خویش خدا را بہشتم مفرست — که سرِ کوی تو از کون و مکاں ما را بس

حافظ از مشربِ قسمت گله بے انصافیست — طبع چوں آب و غزلہائے رواں ما را بس

ش

طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کردن

خدای را که رہا کن بما و سلطاں باش

تو شمعِ انجمنی یک زباں و یک دل شو

خیال و کوششِ پروانه بیں و خنداں باش

خموش حافظ و از جورِ یار نالہ مکن
ترا کہ گفت کہ بر روئے خوب حیراں باش

آنرا کہ دوستیِ علی نیست کافر است
گو زاہدِ زمانہ و گو شیخِ راہ باش

در خرقہ چو آتش زدی اے عارفِ سالک
جہدے کن و سرحلقۂ رندانِ جہاں باش

باغباں گر پنج روزے صحبتِ گل بایدش
بر جفائے خارِ ہجراں صبرِ بلبل بایدش
اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال
مرغِ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
رندِ عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
کارِ ملک است آنکہ تدبیر و تامل بایدش
تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافریست
راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

ساقیا در گردشِ ساغر تعلل تا بچند
دور چون با عاشقاں افتد تسلسل بایدش
کیست حافظ تا ننوشد بادہ بے آوازِ چنگ
عاشقِ مسکیں چرا چندیں تحمّل بایدش

بجد و جہد چو کارے نمی رود از پیش
بہ پادشاہی عالم فرو نیارد سر
بنوش بادہ کہ قسّام صنع قسمت کرد
ریا حلال شمارند و جامِ بادہ حرام

بکردگار رہا کردہ بہ مصالح خویش
اگر ز سرِّ قناعت خبر شود درویش
در آفرینش از انواع نوشدار و نیش
زہے طریقت و ملت زہے شریعت و کیش

بدورِ لالہ قدح گیر و بے ریا می باش
نگویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن
چو پیرِ سالکِ عشقت بمے حوالہ کند

ببوئے گل نفسے ہمدمِ صبا می باش
سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسا می باش
بنوش و منتظرِ رحمتِ خدا می باش

بعنایت نظرے کن کہ منِ دلشدہ راہ
نرود بے مددِ لطفِ تو کارے از پیش

پس زانو منشین و غم بیهوده مخور
که ز غم خوردن تو رزق نگردد کم و بیش
چونکه این کوشش بیفائده سودے ندہد
پس میازار دل خود ز غم اے دوراندیش
پرسش حال دل سوختہ کن بہر خدا
نیست از شاه عجب گر بنوازد درویش

بسے شدیم و نشد عشق را کرانہ پدید
تبارک اللہ ازیں رہ کہ نیست پایانش

مرا گوئے کہ خاموش باش و دم درکش
کہ در چمن نتواں یافت مرغ را خاموش
نعیم روضۂ جنت بذوق آں نرسد
کہ یار نوش کند بادہ و تو گوئی نوش

خوشا شیراز و وضع بے مثالش
خداوندا نگہدار از زوالش
بہ شیراز آے و فیض روح قدسی
بجواہ از مردم صاحب کمالش

که نامِ قندِ مصری برد آنجا
که شیرینان ندادند انفعالش

مکن بیدار ازین خوابم خدا را
که دارم خلوتی خوش باخیالش

چرا حافظ چو می‌ترسیدی از هجر
نکردی شکرِ ایامِ وصالش

عشق است و مفلسی و جوانی و نوبهار
عذرم پذیر و جرم بذیلِ کرم بپوش
دلیشب ندا ز غیب بگوشِ دلم رسید
حافظ تو غصّه کم خور و بنشین و مے بنوش

سحر ز هاتفِ غیبم رسید مژده بگوش
که دورِ شاه شجاع است مے دلیر بنوش

شد آنکه اهلِ نظر برکناره می‌رفتند
هزار گونه سخن در دهان و لب خاموش

ف

بہ بانگِ چنگ بگوئیم آن حکایتہا
که از نهفتنِ او دیگ سینه میزد جوش

ز کوئے میکده دوشش بدوش می‌بردند
امامِ شهر که سجاده میکشید بدوش

رموزِ مصلحتِ ملکِ خویش خسروان دانند
گدائے گوشه نشینی تو حافظا مخروش

شرابِ تلخ میخواهم که مرد افگن بود زورش
که تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش

کمندِ صیدِ بہرامی بیفگن جامِ جم بردار
کہ من پیمودم ایں صحرا نہ بہرام است نے گورش

نظر کردن بدرویشاں منافیِ بزرگی نیست
سلیماں باچناں حشمت نظرہا بود با مورش

بیا تا درمے صافیت رازِ دہر بنمایم
بشرطِ آنکہ ننمائی بکج طبعاں و دل کورش

صوفی گلے بچیں و مرقع بخار بخش
وِیں زہدِ خشک را بمے خوشگوار بخش

اے آنکہ رہ بمشرب مقصود بردۂ
زیں بحر قطرۂ بمنِ خاکسار بخش

فکرِ بلبل ہمہ آنست کہ گل شد یارش
گل در اندیشہ کہ چوں عشوہ کند در کارش

دلربائی ہمہ آں نیست کہ عاشق بکشند
خواجہ آنست کہ باشد غمِ خدمتگارش

آں سفر کردہ کہ صد قافلہ دل ہمرہ اوست
ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش

صوفی از سر خوش ازیں دست کہ کج کرد کلاہ
بدو جامِ دگر آشفتہ شود دستارش

دلِ حافظ کہ بدیدارِ تو خوگر شدہ بود
نازپروردِ وصال است مجو آزارش

کنارِ آب و پائے بید و طبع شعر و یارے خوش
معاشر دلبرِ شیریں و ساقی گلعذارے خوش

شب صحبت غنیمت دان و داد خوشدلی بستان
که مهتاب دل افروز است و طرف لاله زار خوش

چو مے در کاسۂ چشم است ساقی را بنام ایزد
که مستی میکند با عقل و می آرد خمارے خوش

هر آن کس را که بر خاطر ز عشق دلبرے بارست
سپندے گو بر آتش نه که دارے کار و بارے خوش

بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانه
که شنگولانِ سرمستت بیاموزند کارے خوش

خواهی که سخت و سست جهان بر تو بگذرد
بگذر ز عهدِ سست و سخنهاے سختِ خویش

مجمع خوبی و لطف است عذار چو مهش
لیکنش مهر و وفا نیست ـ خدایا بدهش
دلبرم شاهد و طفل است ببازی روزے
بکُشد زارم و در شرع نباشد گنهش

جان بشکرانه کنم صرف گرآن دانهٔ دُر
صدفِ دیدهٔ حافظ شود آرامگهش

که از جولانی آخر در رهِ ما (یار) — چو حافظ خاک گرد آبِ گل خویش

هاتفی از گوشهٔ میخانه دوش — گفت ببخشند گنه می بنوش
عفوِ خدا بیشتر از جرمِ ماست — نکتهٔ سربسته چه گوئی خموش
گرچه وصالش نه بکوشش دهند — هر قدر ای دل که توانی بکوش

همره اوست دلم باد بهرجا که رود
همتِ اهلِ کرم بدرقهٔ جان و تنش

در رهِ عشق که از سیلِ فنا نیست گزار
میکنم خاطرِ خود را به تمنای تو خوش
در بیابانِ فنا گرچه ز هر سو خطر است
میرود حافظِ بیدل بتولای تو خوش

در بساطِ نکته دانان خودفروشی شرط نیست
یا سخن دانسته گو اے مرد بخرد یا خموش

ص

از قلیت دلم نیافت خلاص
محتسب خُم شکست من سرِ او

زانکہ اَلقاصُ لَایُحِبُّ القاصْ
سِنَّ بالسِّنِّ وَالجُرُوح قِصاصْ

ظ

ز چشمِ بد رخِ خوبِ ترا خدا حافظ
کہ کرد جملہ نکوئی بجائے ما حافظ

بیا کہ نوبتِ صلح است و دوستی و صفا
کہ با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ

تو از کجا و امیدِ وصال او ز کجا
بدامنش نرسد دستِ ہر گدا حافظ

ع

ببیں کہ رقص کناں میرود بنالۂ چنگ
کسے کہ اذن نمی دادے استماع سماع

وضع دوراں بنگر ساغرِ عشرت برگیر
کہ بہر حال ہمیں است ہمین اوضاع

ف

طالع اگر مدد کند دامنش آورم به کف
گر بکشم زهی طرب ور بکشد زهی شرف
طرف کرم ز کس نه بست این دلِ پر امیدِ من
گرچه صبا همی بَرَد قصهٔ من بهر طرف
چند بناز پرورم مهر بتانِ سنگدل
یادِ پدر نمی کنند این پسرانِ ناخلف
بیخبرند زاهدان - نقش بخوان و لا تقل
مستِ ریاست محتسب - باده بنوش و لا تخف
صوفیِ شهر بین که چون - لقمهٔ شبه می خورد
یال و دمش دراز باد - این حیوانِ خوش علف
من بکدام دل خوشی مے خورم و طرب کنم
کز پس و پیش خاطرم - لشکر غم کشیده صف
حافظ اگر قدم نهی در رهِ خاندانِ عشق
بدرقهٔ رهت شود همت شحنهٔ نجف

ق

زبانِ خامه ندارد سرِ بیانِ فراق | دگرنه شرح دهم با تو داستانِ فراق

کجا روم چه کنم حالِ دل کرا گویم | که دادِ من بستاند دهد جزای فراق

مقامِ امن و مے بیغش و رفیقِ شفیق
گرت مدام میسر شود زہے توفیق
جهان و کارِ جهان جمله هیچ در هیچ است
هزار بار من این نکته کرده ام تحقیق
بماسے رو و فرصت شمر غنیمت وقت
که در کمینگه عمر ند قاطعانِ طریق
بیا که توبه ز لعلِ نگار و خندهٔ جام
تصوریست که عقلش نمی کند تصدیق

ک

اگر شراب خوری جرعهٔ فشان بر خاک | ازان گناه که نفعے رسد بغیر چه باک

در دوستیِ حافظ اگر نیست یقین
زر خالص است و باک ندارد از محک

هزار دشمنم ار می کنند قصدِ هلاک
گرم تو دوستی از دشمنان ندارم باک
اگر تو زخم زنی به که دیگری مرهم
وگر تو زهر دهی به که دیگری تریاک
ترا چنانکه توئی هر نظر کجا بیند
بقدرِ بینشِ خود هر کسی کند ادراک

ل

اگر بکوی تو باشد مرا مجال وصول
رسد ز دولتِ وصلِ تو کار من بحصول
چه جرم کرده‌ام ای جان و دل بحضرت تو
که طاعتِ من بیدل نمی شود مقبول
کجا روم چه کنم حالِ دل کرا گویم
که گشته‌ام ز غم و جورِ روزگار ملول
بدردِ عشق بساز و خموش شو حافظ
رموزِ عشق مکن فاش پیشِ اهلِ عقول

وصفِ لبِ لعلِ تو چه گویم بر قیبال
نیکو نبود معنی نازک بر جاهل
دل بردی و جان می دهمت غم چه فرستی
چون نیک حریفیم چه حاجت به محصل
حافظ چو تو پا در حرمِ عشق نهادی
در دامنِ او دست زن و از همه بگسل

پای ما لنگ است و منزل بس دراز
دستِ ما کوتاه و خرما بر نخیل

[illegible] شدم از تو به شراب خجل	که کس مباد ز کردار ناصواب خجل
حجاب ظلمت از آن بست آب خضر که گشت	ز نظم حافظ و این طبع همچو آب خجل
[illegible] بسوی کس نمی‌نگرد	آه ازین کبریا و جاه و جلال
حافظا عشق و صابری تا چند	ناله عاشقان خوش است بنال
یا مکن با پیلبانان دوستی	یا بنا کن خانهٔ درخورد پیل
هر نکته که گفتم در وصف آن شمائل	هر کس شنید گفتا لله دره قائل
تحصیل عشق و رندی آسان نمود اول	جانم بسوخت آخر در کسب این فضائل
حلاج بر سر دار این نکته خوش سراید	از شافعی مپرسید امثال این مسائل
دردا که بر در خود بارم نداد دلبر	چندانکه از جوانب انگیختم وسائل
از دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم است	آیا بود که بینم در گردنت حمائل
حافظ تو برو بندگی پیر مغان کن	بر دامن او دست زن و از همه بگسل
چو یار بر سر صلح است عذر می‌خواهد	توان گزشت ز جور رقیب در همه حال

ساقی بیار باده که آمد زمانِ گل		تا بشکنیم توبه دگر در میانِ گل
	م	
آنکه پامالِ جفا کرد چو خاکِ راهم		خاک می بوسم و عذرِ قدمش می خواهم
من نه آنم که بجور از تو بنالم حاشا		چاکرِ معتقد و بندهٔ دولت خواهم
صوفیِ صومعهٔ عالمِ قدسم لیکن		حالیا دیرِ مغانست حوالت گاهم
با منِ راه‌نشین خیز و سوی میکده آی		تا به بینی که در آن حلقه چه صاحب‌جاهم
بارها گفته‌ام و بارِ دگر می‌گویم	ق	که منِ دلشده این ره نه بخود می‌پویم
در پسِ آئینه طوطی صفتم داشته‌اند		آنچه استادِ ازل گفت بگو می‌گویم
من اگر خارم اگر گل چمن‌آرایی هست		که از آن دست که می‌پروردم می‌رویم
دوستان عیبِ منِ بیدلِ حیران مکنید		گوهری دارم و صاحب‌نظری می‌جویم
گرچه با دلقِ ملمع میِ گلگون عیب است		مکنم عیب کزو رنگِ ریا می‌شویم
بازآی ساقیا که هواخواهِ خدمتم		مشتاقِ بندگی و دعاگوی دولتم
عیبم مکن برندی و بدنامی ای فقیه		کاین بود سرنوشت ز دیوانِ فطرتم
من گرد وطن سفر نگزیدم بعمرِ خویش		در شوقِ دیدنِ تو هواخواهِ غربتم

برخیز تا طریق تکلف رها کنیم
دکان معرفت بدو جو پر بها کنیم

هفتاد زلّت از نظر خلق در نهان
بهتر ز طاعتی که بروی و ریا کنیم

آن کو بغیر سابقه چندین نواخت کرد
ممکن بود که عفو کند گر خطا کنیم

پیمان شکن هر آینه گردد شکسته دل
ان العهود عند ملوک النهی ذمم

ساقی بیا که دور گل است و زمان عیش
پیش آر جام و هیچ مخور غم ز بیش و کم

چون خون خصم هیچ صراحی بریختی
با دوستان لطیش و طرب گیر جام جم

حافظ بکنج میکده دارد قرارگاه
کالطیر فی الحدیقة و اللیث فی الاجم

بعزم توبه سحر گفتم استخاره کنم
بهار توبه شکن میرسد چه چاره کنم

سخن درست بگویم نمی توانم دید
که می خورند حریفان و من نظاره کنم

بدور لاله دماغ مرا علاج کنید
گر از میانهٔ بزم طرب کناره کنم

اگر شبی بزبانم حدیث توبه رود
ز بی طهارتی آنرا بآب غرابه کنم

مرا که نیست ره و رسم لقمه پرهیزی
همان به است که میخانه را اجاره کنم

گدای میکده ام لیک وقت مستی بین
که ناز بر فلک و حکم بر ستاره کنم

اگر ز لعل لب یار بوسه یابم
جوان شوم ز سر و زندگی دوباره کنم

نه قاضیم نه مدرس نه محتسب نه فقیه
مرا چه سود که منع شرابخواره کنم

زباده خوردن پنهان ملول شد حافظ — به بانگ بربط و نی رازش آشکاره کنم

بغیر از آنکه بشد دین و دانش از دستم — دگر بگو که ز عشقت چه طرف بربستم
اگر ز هر دم هشیاری ای نصیحت گو — سخن بخاک میفکن چرا که من مستم

بگذار تا ز شارع میخانه بگذریم — کز بهر جرعهٔ همه محتاج این دریم
روز نخست چون دم رندی زدیم و عشق — شرط آن بود که جز ره این شیوه نسپریم
واعظ مکن نصیحت شوریدگان که ما — با خاک کوی دوست بفردوس ننگریم
حافظ چو ره بکنگرهٔ کاخ وصل نیست — با خاک آستانهٔ این در بسر بریم

به تیغم گر زند دستش نگیرم — وگر تیرم زند منت پذیرم
کمان ابروی ما را گو مزن تیر — که پیش دست و بازویت بمیرم
برآی ای آفتاب صبح امید — که در دست شب هجران اسیرم
چو طفلان تا کی ای واعظ فریبی — بسیب بوستان و جوی شیرم
من آن مرغم که هر شام و سحرگاه — رسد تا سدره آواز صفیرم
بفریادم رس ای پیر خرابات — بیک جرعه جوانم کن که پیرم
بسوز این خرقهٔ تقوی چو حافظ — که گر آتش شوم در وی نگیرم

صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز
که غوغا می‌کند در سر خمار خمر دوشینم
رموز عشق و سر مستی ز من بشنو نه از واعظ
که با جام و قدح هر شب قرین ماه و پروینم
حدیث آرزومندی که در این نامه ثبت افتاد
همانا بی غلط باشد که حافظ داد تلقینم

بیا تا گل برافشانیم و می در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشکافیم و طرح نو در اندازیم
اگر غم لشکر انگیزد که خون عاشقان ریزد
من و ساقی بهم سازیم و بنیادش براندازیم
چو در دست است رودی خوش بزن مطرب سرودی خوش
که دست افشان غزل خوانیم پاکوبان سر اندازیم
یکی از عقل می لافد دگر طامات می بافد
بیا کاین داوریها را به پیش داور اندازیم
بهشت عدن اگر خواهی بیا با ما بمیخانه
که از پای خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم

سخندانی خوش خوانی نمی ورزند در شیراز
بیا حافظ که ما خود را بملکِ دیگر اندازیم

بروی زاهد و بر ورد کشان خورده مگیر
کار فرمائے قدر می کند این من چه کنم
حافظا خلد برین خانهٔ موروثِ من است
اندرین منزلِ ویرانه نشیمن چه کنم

تا سایهٔ مبارکت افتاد بر سرم
دولت غلامِ من شد و اقبال چاکرم

مرا می بینی و هردم زیادت میکنی دردم
ترا می بینم و شوقم زیادت می شود هر دم
به سامانم نمی پرسی نمی دانم چه سر داری
بدرمانم نمی کوشی نمی دانی مگر دردم

چرا نه در پے عزمِ دیارِ خود باشم
غمِ غریبی و غربت چو برنمی تابم
چرا نه خاکِ کفِ پائے یارِ خود باشم
بشهرِ خود روم و شهریارِ خود باشم

چو کار عمر نه پیدا است باری آن اولی	که روز واقعه پیش نگار خود باشم
در حق من بدرد کشی ظن بد مبر	کالوده گشت خرقه ولی پاک دامنم

حاشا که من بموسم گل ترک می کنم	من لاف عقل میزنم این کار کی کنم
از قال و قیل مدرسه حالی دلم گرفت	یک چند نیز خدمت معشوق و می کنم
از نامه سیاه نترسم که روز حشر	با فیض لطف او صد ازین نامه طی کنم
خاک مرا چو در ازل از می سرشته اند	با مدعی بگو که چرا ترک می کنم
این جان عاریت که بحافظ سپرد دوست	روزی رخش به بینم و تسلیم وی کنم

حالیا مصلحت وقت در آن می بینم
که کشم رخت بمیخانه و خوش بنشینم
جام می گیرم و از اهل ریا دور شوم
یعنی از اهل جهان پاک دلی بگزینم
من اگر رند خراباتم وگر حافظ شهر
این متاعم که تو می بینی و کمتر زینم

حجاب چهرهٔ جاں می شود غبارِ تنم
خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم

چنیں قفس نہ سرائے منِ خوش الحان است
روم بگلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم

عیاں نشد کہ چرا آمدم کجا بودم
دریغ و درد کہ غافل زکار خویشتنم

چگونہ طوف کنم در فضائے عالم قدس
چو در سراچۂ ترکیب تختہ بند تنم

مرا کہ منظر حور است مسکن و ماوی
چرا بکوئے خراباتیاں بود وطنم

بیا و ہستی حافظ ز پیش او بردار
کہ با وجود تو کس نشنود زمن کہ منم

نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے
تا درِ میکدہ شاداں و غزلخواں بروم

امید خواجگیم بود بندگی تو کردم
ہوائے سلطنتم بود خدمتِ تو گزیدم

خیز تا از درِ میخانه گشادی طلبیم
بر درِ دوست نشینیم و مرادی طلبیم

زاد راهِ حرمِ دوست نداریم مگر
بگدایی ز درِ میکده زادی طلبیم

چون غمت را نتوان یافت مگر در دلِ شاد
ما بامیدِ غمت خاطرِ شادی طلبیم

بر درِ مدرسه تا چند نشینی حافظ
خیز تا از درِ میخانه گشادی طلبیم

خیز تا خرقهٔ صوفی بخرابات بریم
زرق و طامات ببازارِ خرافات بریم

تا همه خلوتیان جامِ صبوحی گیرند
چنگِ صبحی بدرِ پیرِ خرابات بریم

در نهد در رهِ ما خارِ ملامت زاهد
از گلستانش بزندانِ مکافات بریم

قدرِ وقت ار نشناسد دل و کاری نکند
بس خجالت که ازین حاصلِ اوقات بریم

سوی رندانِ قلندر بره آورد سفر
دلقِ پشمینه و سجاده بطامات بریم

فتنه می بارد ازین طاقِ مقرنس برخیز
تا بمیخانه پناه از همه آفات بریم

حافظ آبِ رخِ خود بر درِ هر سفله مریز
حاجت آن به که بر قاضیِ حاجات بریم

در خراباتِ مغان گر گذر افتد بازم
حاصلِ خرقه و سجاده روان در بازم

صحبتِ حور نخواهم که بود عینِ قصور
با خیالِ تو اگر با دگری پردازم

سرِ سودای تو در سینه بماندی پنهان
چشمِ تر دامن اگر فاش نکردی رازم

همچو چنگم بکنار آر و بده کامِ دلم
یا چو نی از لبِ خود یک نفسی بنوازم

در خرابات مغاں نورِ خدا می بینم
وین عجب بیں کہ چہ نورے ز کُجا می بینم
کیست دردی کشِ این میکدہ یارب کہ درش
قبلۂ حاجت و محرابِ دعا می بینم
جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو
خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم
دوستاں عیبِ نظربازی حافظ مکنید
کہ من اورا ز محبانِ خدا می بینم

داستاں در پردہ می گوئی ولے — گفتہ خواہد شد بدستاں نیز ہم
گفتہ بودی کہ خبر دہ کہ بہ ہجرم چونی — آنچنانم کہ بہ بینی و ندانی بازم

عاشق و رندم و میخوارہ بآواز بلند
این ہمہ منصب ازاں شوخ پریوش دارم
حافظا چوں غم و شادی جہاں درگذر است
بہتر آنست کہ من خاطرِ خود خوش دارم

نیست در کس کرم و وقت طرب می گذرد
چاره آنست که سجاده بمی بفروشیم

از ثبات خودم این نکته خوش آمد که بجور — بر سر کوی تو از پای طلب ننشستم

حافظا تکیه بر ایام چو سهو است و خطا
من چرا عشرت امروز بفردا فگنم

دی شب بسیل اشک ره خواب میزدم — نقشی بیاد خط تو بر آب میزدم
چشمم بروی ساقی و گوشم بقول چنگ — فالی بچشم و گوش درین باب میزدم
ساقی بصوت این غزلم کاسه می گرفت — میگفتم این سرود و می ناب میزدم
خوش بود وقت حافظ و فال مراد کام — بر نام عمر و دولت احباب میزدم

رباعی

روز عید است و من امروز درین تدبیرم
که دهم حاصل سی روزه و ساغر گیرم
پند پیرانه دهد واعظ شهرم لیکن
من نه آنم که دگر پند کسی بپذیرم

می کشیدم مے و سجادهٔ تقوی بر دوش
آه اگر خلق شوند آگه ازین تزویرم
خلق گویند که حافظ سخن پیر بنوش
سالخورده منم امروز به از صد پیرم

کاش شد که حساب روز حشرم پاک نیست
فال فردا میزنم امروز عشرتی می کنم

ز دست کوته خود زیر بارم
که از بالا بلندان شرمسارم
من از بازوی خود دارم بسی شکر
که زور مردم آزاری ندارم
اگر گفتم دعای می فروشان
چه باشد شکر نعمت می گذارم

زلف بر باد مده تا ندهی بر بادم
ناز بنیاد مکن تا نه کنی بنیادم
حافظ از جور تو حاشا که بنالد روزی
من ازان روز که در بند توام آزادم

نقش مستوری و مستی نه بدست من و تست
آنچه استاد ازل گفت بکن آن کردم

سرم خوش است و بابانگ بلند می گویم
که لطف آب حیات از پیاله می جویم

عبوس زهد بوجه خمار ننشیند
مرید همت دردی کشان خوش خویم

مکن درین چمنم سرزنش بخودروئی
چنانکه پرورشم می دهند می رویم

تو خانقا و خرابات درمیانه مبین
خدا گواست بهر جا که هست با اویم

نصیحتم چه کنی ناصحا چو میدانی
که من نه معتقد مرد عافیت جویم

دل دیوانه از آن شد که پذیرد درمان
مگرش هم بسر زلف تو زنجیر کنم

گر بدانم که وصال تو بدین دست دهد
دل و دین را همه در بازم و توفیر کنم

دور شو از برم ای واعظ و افسانه مگو
من نه آنم که دگر گوش بتزویر کنم

نیست امکان خلاص از غم او ای حافظ
چونکه تقدیر چنین بود چه تدبیر کنم

صوفی بیا که خرقهٔ سالوس برکشیم
وین دلق زرق را خط بطلان بسر کشیم

نذر و فتوح صومعه در وجه می دهیم
دلق ریا بآب خرابات برکشیم

سر قضا که در تتق غیب منزویست
مستانه اش نقاب ز رخساره برکشیم

فردا اگر نه روضهٔ رضوان بما دهند
غلمان ز غرفه حور ز جنت بدر کشیم
حافظ نه حدِّ ماست چنیں لافها زدن
پا از گلیم خویش چرا بیشتر کشیم

عاشق و رند و نظربازم و می‌گویم فاش
تا بدانی که بچندیں صفت آراسته‌ام

ما ملکِ عافیت نه بہ لشکر گرفته‌ایم
ما تخت سلطنت نه بہ بازو نهاده‌ایم

طاق و رواق مدرسه و قیل و قالِ فضل
زینها بخاک کوئے تو ما رو نهاده‌ایم

عمرے گذشت و ما بامیدِ اشارتے
چشمے بر آں دو نرگسِ جادو نهاده‌ایم

ناموس چند سالهٔ اجداد نیکنام
در راهِ جام و ساقیِ مه‌رو نهاده‌ایم

ابدل بعیش کوش کہ ما نقد عقل و هوش
در راهِ یارِ سلسلهٔ گیسو نهاده‌ایم

فرما اشارتے کہ دو چشمِ امیدِ ما
پیوسته بر دو گوشهٔ ابرو نهاده‌ایم

غمِ زمانه کہ هیچش کراں نمی‌بینم
دواش جز مے چوں ارغواں نمی‌بینم

نشانِ مردِ خدا عاشقی است با خود دار
کہ در مشایخ شهر ایں نشاں نمی‌بینم

ز آفتابِ قدح ارتفاعِ عیش بگیر
چرا کہ طالعِ وقت آنچناں نمی‌بینم

ناش می گویم از گفتهٔ خود دلشادم
طایرِ گلشن قدسم چه دهم شرحِ فراق
من ملک بودم و فردوسِ برین جایم بود
سایهٔ طوبی و دلجوئیِ حور و لبِ حوض
کوکبِ بختِ مرا هیچ منجّم نشناخت

بندهٔ عشقم و از هر دو جهان آزادم
که درین دامگهِ حادثه چون افتادم
آدم آورد درین دیرِ خراب آبادم
بهوائے سرِ کوئے تو برفت از یادم
یا رب از مادرِ گیتی بچه طالع زادم

خوبست پیرِ مغان دارم و قولیست قدیم
که حرام است مے آن را که نه یار است ندیم
چاک خواهم زدن این دلقِ ریائی چه کنم
روح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم
فکرِ بهبودِ خود اے دل ز درِ دیگر کن
دردِ عاشق نشود به ز مداواے حکیم
دولتِ معرفت اندوز که با خود ببری
که نصیبِ دگران است نصابِ زر و سیم

گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانه روم
نذر کردم که هم از راه بمے خانه روم

گرچه از آتش دل چون خم می در جوشم ... مهر بر لب زده خون میخورم و خاموشم
حاش لله که نیم معتقد طاعت خویش ... اینقدر هست که گه گه قدحی می نوشم
هست امیدم که علی رغم عدو روز جزا ... فیض عفوش ننهد بار گنه بر دوشم
پدرم روضهٔ رضوان بدو گندم بفروخت ... ناخلف باشم اگر من بجوی نفروشم
خرقه پوشی من از غایت دینداری نیست ... پردهٔ بر سر صد عیب نهان می پوشم

گرچه افتاد ز زلفش گرهی در کارم ... همچنان چشم گشاد از کرمش می دارم

وام حافظ بگو که باز دهند ... کردهٔ اعتراف و ما گوهیم

گر من از سرزنش مدعیان اندیشم ... شیوهٔ مستی و رندی نرود از پیشم
زهد رندان نوآموخته راهی بدهیست ... من که بدنام جهانم چه صلاح اندیشم
من اگر رندم اگر شیخ چه کارم با کس ... حافظ راز خود و عارف وقت خویشم

ما بر آریم شبی دست و دعایی بکنیم ... غم هجران ترا چاره ز جایی بکنیم
آنکه بی جرم برنجید و به تیغم زد و رفت ... بازش آر به خدارا که صفایی بکنیم
دلم از پرده بشد حافظ خوشگوی کجاست ... تا بقول و غزلش ساز و نوایی بکنیم

ما سرخوشان مست دل از دست داده‌ایم	همراز عشق و همنفس جام باده‌ایم
ای گل تو دوش جام صبوحی کشیده‌ای	ما آن شقایقیم که با داغ زاده‌ایم
پیر مغان ز توبهٔ ما گر ملول شد	گو باده صاف کن که بعذر ایستاده‌ایم
ما ورد سحر بر در میخانه نهادیم	اوقات دعا در ره جانانه نهادیم
آن بوسه که زاهد ز پیش داد بما دست	از روی صفا بر لب جانانه نهادیم
ما بر این در نه پی حشمت و جاه آمده‌ایم	از بد حادثه اینجا به پناه آمده‌ایم
ما ز یاران چشم یاری داشتیم	خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم
گفت خود دادی بما دل حافظا	ما محصل بر کسی نگماشتیم

عیب درویش و توانگر بکم و بیش بداست
کار بد مصلحت آنست که مطلق نکنیم
گر بدی گفت حسودی و رفیقی رنجید
گو تو خوش باش که ما گوش به احمق نکنیم

حافظ از خصم خطا گفت نگیریم برو
در بحق گفت جدل با سخن حق نکنیم

مرا عهدیست با جانان که تا جان در بدن دارم
هواداری کویش را چو جانِ خویشتن دارم
مرا در خانهٔ سرو یست کاندر سایهٔ قدش
فراغ از سرو بستانی و شمشادِ چمن دارم
خدا را ای رقیب امشب زمانی دیده برهم نه
که من با لعلِ خاموشش نهانی یک سخن دارم
گرم صد لشکر از خوبان بقصدِ دل کمین سازند
بحمد الله و المنه بتی لشکر شکن دارم
الا ای پیرِ فرزانه مکن عیبم ز میخانه
که من در ترکِ پیمانه دلی پیمان شکن دارم
برندی شهره شد حافظ پس از چندین ورع اما
چه غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

هر چه آغاز ندارد نه پذیرد انجام	ماجرای من و معشوق مرا پایان نیست

گدائے کوئے شمائیم و حاجتے داریم مگو که حافظ ازین در برو برائے خدا	روا مدار که محروم از آستان برویم که هرچه رائے تو باشد جزاین بر آن بویم
نصابِ حسن در حدِ کمال است قرارے کرده ام با میفروشان	زکاتم ده که مسکین و فقیرم که ردز غم بجز ساغر نه گیرم
مژدهٔ وصلِ تو کو کز سرِ جان برخیزم بولائے تو که گر بندهٔ خویشم خوانی تو مپندار که از خاکِ سرِ کوئے تو من	طایرِ قدسم و از دامِ جهان برخیزم از سرِ خواجگیٔ کون و مکان برخیزم به جفائے فلک و جورِ زمان برخیزم
من ترک عشقبازی و ساغر نمی کنم باغِ بهشت و سایهٔ طوبیٰ و قصرِ حور تلقین و درس اهلِ نظر یک اشارت است شیخم به طنز گفت حرام است مے مخور پیرِ مغاں حکایتِ معقول می کند این تقویم بس است که چون واعظانِ شهر	صد بار توبه کردم و دیگر نمی کنم با خاکِ کوئے دوست برابر نمی کنم کردم اشارتے و مکرر نمی کنم گفتم بگوش گوش بهر خر نمی کنم معذورم ار محالِ تو باور نمی کنم ناز و کرشمه بر سرِ منبر نمی کنم

گفتی ز سرّ عهد ازل نکته‌ٔ بگوی
آنگه بگویمت که دو پیمانه درکشم

من که باشم که برآں خاطر عاطر گذرم
لطفها می‌کنی اے خاک درت تاج سرم
دلبرا بنده نوازیت که آموخت بگو
که من ایں ظن برقیبان تو هرگز نبرم

من نه آں رندم که ترک شاهد و ساغر کنم
محتسب داند که من ایں کارها کمتر کنم
من که دارم در گدائی گنج سلطانی بدست
کے طمع در گردش گردون دوں پرور کنم
من که امروزم بهشت نقد حاصل می‌شود
وعدهٔ فردائے زاهد را چرا باور کنم
شیوهٔ رندی نه لائق بود وضع راوے
چوں درافتادم چرا اندیشهٔ دیگر کنم
زهد وقت گل چه سود انست حافظ هوشدار
تا اعوذے خوانم و اندیشهٔ دیگر کنم

شکر خدا که هرچه طلب کردم از خدا
بر منتهائے مطلب خود کامراں شدم
قسمت حوالتم بخرابات می‌کند
هرچند ایں چنیں شدم و آں چناں شدم
آں روز بر دلم در معنی کشاده شد
کز ساکنانِ درگهِ پیرِ مغاں شدم

اگر برخیزد از دستم که با دلدار بنشینم
ز جامِ وصل مے نوشم ز باغِ حسن گل چینم

گر دیوانه خواهم شد درین سودا که شب تا روز
سخن با ماه می گویم پری در خواب می بینم
چو هر خاکی که باد آورد فیضی بود و انعامی
ز حال بنده یاد آور که خدمتگار دیرینم
نه هر کو نقش نظمی زد کلامش دلپذیر آمد
تذرو طرفه می گیرم که چالاک است شاهینم
رموزِ عشق و سر مستی ز من بشنو نه از حافظ
که با جام و قدح هر شب حریفِ ماه و پروینم

این چه شوریست که در دور قمر می بینم
هر کسی روز بهی می طلبد از ایام
ابلهان را همه شربت ز گلاب و قند است
اسپِ تازی شده مجروح بزیرِ پالان

همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم
مشکل این است که هر روز بتر می بینم
قوتِ دانا همه از خونِ جگر می بینم
طوقِ زرین همه در گردنِ خر می بینم

صلاح از ما چه می جوئی که مستان را صلا گفتیم
بدورِ نرگسِ مستت سلامت را دعا گفتیم

در میخانه را بگشا که هیچ از خانقاه بگشود
گرت باور بود ورنه سخن این بود ما گفتیم

هرچند آن آرام دل دانم نه بخشند کام دل
نقش خیالی می کشم فال دوامی می زنم

با آنکه از خود غایبم ورمی چو حافظ تائبم
در مجلس روحانیان گه گاه جامی می زنم

برو ای طبیبم از سر که خبر ز سر ندارم
ز درست کنند زیور [illegible] کشند دیر
دگرم مگو که خواهم که نه درگذشت جانم

بگذار تا کنم جان که ز جان خبر ندارم
من بینوای مضطر چه کنم که زر ندارم
تو برین دمن برانم که دل از تو برندارم

ن

ای نور چشم من سخنی هست گوش کن
پیران سخن به تجربه گفتند گفتمت
تسبیح و خرقه لذت مستی نبخشدت

تا ساغرت پر است بنوشان و نوش کن
هان ای پسر که پیر شوی پند گوش کن
همت درین عمل طلب از می فروش کن

ساقی کہ جامت از مے صافی تہی مباد
چشم عنایتے بمن دُرد نوش کن

گوشہ گیراں انتظار جلوۂ خوش می کنند
بر شکن طرف کلاہ و برقع از رخ بر فگن

با دلشدگان جور و جفا تا بکے آخر
آہنگ وفا ترک جفا بہر خدا کن

چندانکہ گفتیم غم با طبیباں
درماں نکردند مسکیں غریباں
آں گل کہ ہر دم در دست خار است
گو شرم بادت از عندلیباں
ما درد پنہاں با یار گفتیم
نتواں نہفتن درد از طبیباں
یا رب اماں دہ تا باز بیند
چشم محباں روئے حبیباں
درج محبت بر مہر خود نیست
یا رب مبادا کام رقیباں
اے منعم آخر بر خوان وصلت
تا چند باشیم از بے نصیباں
حافظ نگشتے رسوائے گیتی
گر می شنیدے پند ادیباں

خدارا کم نشیں با خرقہ پوشاں
رخ از رندان بے ساماں مپوشاں
دریں صوفی وشاں دردے ندیدم
کہ صافی باد عیش دُرد نوشاں

دانی که چیست دولت دیدار یار دیدن
در کوی او گدائی بر خسروی گزیدن
از جان طمع بریدن آسان بود ولیکن
از دوستان جانی مشکل توان بریدن

چه حافظ اجرای عشقبازی — نمی گوید کسی بر وجه احسن

ز در درآ و شبستان ما منور کن — دماغ مجلس روحانیان معطر کن
طمع بنقد وصال تو حد ما نبود — حوالتم بدان لعل همچو شکر کن
چو شاهدان چمن زیردست حسن تواند — کرشمه بر سمن و ناز بر صنوبر کن
ازین مرقع پشمینه تنگ در تنگم — بیک کرشمه صوفی وشم قلندر کن
فضول نفس حکایت بسی کند ساقی — تو کار خود مده از دست و می بساغر کن
دگر فقیهه نصیحت کند که می مخورید — پیاله بدهش گو دماغ را تر کن
پس از ملازمت عیش و عشق مهرویان — ز کارها که کنی شعر حافظ از بر کن

دامن دوست بدست آر و ز دشمن بگسل
مرد یزدان شو و ایمن گذر از اهرمنان

پیر پیمانه کش ما که روانش خوش باد
گفت پرهیز کن از صحبت پیمان شکنان

شراب لعل کش و روی مه‌جبینان بین — خلاف مذهب آنان جمال اینان بین
بزیر دلق ملمع کمندها دارند — درازدستی این کوته‌آستینان بین
بخرمن دو جهان سر فرو نمی‌آرند — دماغ کبر گدایان خوشه‌چینان بین
گره ز ابروی پرچین نمی‌گشاید یار — نیاز اهل دل و ناز نازنینان بین
اسیر عشق شدن چارهٔ خلاص منست — ضمیر عاقبت‌اندیش پیش‌بینان بین
غبار خاطر حافظ ببرد صیقل عشق — صفای نیت پاکان و پاکدینان بین

صبح است ساقیا قدحی پر شراب کن — دور فلک درنگ ندارد شتاب کن
زان پیشتر که عالم فانی شود خراب — ما را ز جام بادهٔ گلگون خراب کن
خورشید می ز مشرق ساغر طلوع کرد — گر برگ عیش می‌طلبی ترک خواب کن
ما مرد زهد و توبه و طامات نیستیم — با ما بجام بادهٔ صافی خطاب کن
کار صواب باده‌پرستی است حافظا — برخیز و روی عزم بکار صواب کن

ای آهوان منظر شمشیر آفتاب بگیر — با ابروان دوتا قوس مشتری شکن

گلبرگ را ز سنبل مشکیں نقاب کن
یعنی کہ رُخ بپوش و جہانے خراب کُن

ما بخت خویش و خوئے ترا آزمودہ ایم
با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کُن

ا سرخوشیم و بادۂ ما در پیالہ کُن
بدمست را بغمزۂ ساقی حوالہ کُن

اے پیرِ خانقہ بخرابات شو دمے
غسلے برآر و توبۂ ہفتاد سالہ کُن

منم کہ شہرہ شہرم بعشق ورزیدن
منم کہ دیدہ نیالودہ ام بد دیدن

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقتِ ما کافریست رنجیدن

عناں بمیکدہ خواہیم تافت زیں مجلس
کہ وعظ بے عملاں واجبست نشنیدن

ہوس جز لبِ معشوق و جام مے حافظ
کہ دستِ زہد فروشاں خطاست بوسیدن

می سوزم از فراقت رو از جفا بگرداں
ہجراں بلائے ما شد یارب بلا بگرداں

یغمائے عقل و دیں را بیروں خرام سرمست
برسر کلاہ بشکن در بر قبا بگرداں

حافظ ز خوبرویاں قسمت جز این قدر نیست
گر نیستت رضائے حکمِ قضا بگرداں

ناصحم گفت کہ جز غم چہ ہنر دارد عشق
گفتم اے خواجۂ عاقل ہنرے بہتر ازیں

باده خور غم مخور و پند مقلد مشنو	اعتبار سخن عام چه خواهد بودن
و	
در راه عشق فرق غنی و فقیر نیست آنکس که منع ما ز خرابات می کند حافظ گرت به مجلس او راه می دهند	ای پادشاه حسن سخن با گدا بگو گو در حضور پیر من این ماجرا بگو می نوش و ترک زرق برای خدا بگو
ای خونبهای نافه چین خاک راه تو خونم بخور که هیچ ملک با چنین جمال یاران همنشین همه از هم جدا شدند	خورشید سایه پرور طرف کلاه تو از دل نیایدش که نویسد گناه تو ماییم و آستانه دولت پناه تو
ای قبای پادشاهی راست بر بالای تو آنچه اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار عرض حاجت در حریم حضرتت محتاج نیست	زینت تاج و نگین از گوهر والای تو جرعه بود از زلال جام جان افزای تو راز کس مخفی نماند بر فروغ رای تو
بجان پیر خرابات و حق صحبت او بهشت اگرچه نه جای گناهکاران است بر آستانه میخانه گر سری بینی	که نیست در سر من جز هوای خدمت او بیار باده که مستظهرم برحمت او مزن بپای که معلوم نیست نیت او

مکن بچشم حقارت نگاه بر من مست — که نیست معصیت و زهد بی مشیت او
نمی کند دل من میل زهد و توبه ولی — بنام خواجه بکوشیم و فر دولت او
مدام خرقهٔ حافظ بباده در گرو است — مگر ز خاک خرابات بود فطرت او

خرقهٔ زهد و جام می گرچه نه درخور منست
این همه نقش میزنم در طلب رضای تو
منکه ملول گشتمی از نفس فرشتگان
قال و مقال عالمی می کشم از برای تو
دلق گدای عشق را گنج بود در آستین
زود به سلطنت رسد هرکه بود گدای تو

کیر دار اهل صومعه ام کرد می پرست
این دود بین که نامهٔ من شد سیاه ازو
آخر درین خیال که دارد گدای شهر
روزی شود که یاد کند پادشاه ازو

گفتا برون شدی بتماشای ماه نو — از ماه ابروان منت شرم باد رو

ساقی بیار باده که رمزی بگویمت ف از سیر اختران کهن سال و ماه نو
شکل هلال هر سر مه می دهد نشان از افسر سیامک و طرف کلاه گو

مزرع سبز فلک دیدم و داس مه نو
یادم از کشتهٔ خود آمد و هنگام درو
تکیه بر اختر شبگرد مکن کاین عیار
تاج کاوس ربود و کمر کیخسرو
گر روی پاک و مجرد چو مسیحا به فلک
از فروغ تو بخورشید رسد صد پرتو
آسمان گو مفروش این عظمت کاندر عشق
خرمن مه بجوی خوشهٔ پروین بدو جو
آتش زرق و ریا خرمن دین خواهد سوخت
حافظ این خرقهٔ پشمینه بینداز و برو

گفتی سخن خود را با یار بباید گفت ای کاش توانستم گفتن سخنی با او
استاد غزل سعدی است پیش همه کس اما دارد سخن حافظ طرز سخن خواجو

مطرب خوش نوا بگو تازه بتازه نو بنو
بادهٔ دلکشا بجو تازه بتازه نو بنو
با صنمے چو لعبتے خوش بنشیں بخلوتے
بوسه ستاں بکام از و تازه بتازه نو بنو
بر ز حیات کے خوری گر نه مدام مے خوری
باده بخور بیاد او تازه بتازه نو بنو

۵

از خون دل نوشتم نزدیک یار نامه
هر چند کازمودم از وے نبود سودم
پرسیدم از طبیبے احوال دوست گفتا

انّی رأیت دهراً من هجرک القیامه
من جرّب المجرّب حلّت به الندامه
فی بعدها عذاب فی قربها السلامه

اے از فروغ رویت روشن چراغ دیده
همچوں تو نازنینے سر تا بپا لطافت
هر زاهدے که دیده یا فوت می فروشد
در فصد خون عاشق ابرو و چشم شوخت
گر بر لبم نهی لب یابم حیات باقی

مانند چشم مستت چشمے جهاں ندیده
گیتی نشاں نداده ایزد دنیا فریده
سجّاده ترک داده پیمانه در کشیده
گه ایں کمیں کشاده گه آں کماں کشیده
آندم که جان شیریں باشد بلب رسیده

ازمن جدا مشو که توام نور دیده
آرام جان و مونس قلب رمیده

منعم ز عشق او کنی اے مفتی زماں
معذور دارمت که تو او را ندیده

زیں سرزنش که کرد ترا دوست حافظا
بیش از گلیم خویش مگر پا کشیده

اینکه با سلسلۂ زلف دراز آمده
فرصتت باد که دیوانه نواز آمده

ساعتے ناز مفرما و بگرداں عادت
چوں به پرسیدن ارباب نیاز آمده

آفریں بر دل نرم تو که از بهر ثواب
کشتۂ غمزۂ خود را به نماز آمده

گفت حافظ دگرت خرقه شراب آلوده است
مگر از مذهب ایں طائفه باز آمده

حدیث مدرسه و خانقاه مگوے که باز
فتاد در سر حافظ هواے میخانه

منم که بے تو نفس میزنم زہے خجلت
مگر تو عفو کنی ورنه چیست عذر گناه

دامن کشاں همی شد در شرب زر کشیده
صد ماه رو ز رشکش جیب قصب دریده
از تاب آتش مے برگرد عارضش خوے
چوں قطرهاے شبنم بر برگ گل چکیده

یاقوتِ جانفزایش از آب لطف زاده
شمشاد خوش خرامش از ناز پروریده
هر بد که گفت دشمن در حق ما شنیدی
یارب که مدعی را باد از بان بریده
گر خاطر شریفت رنجیده شد ز حافظ
باز آ که توبه کردیم از گفته و شنیده

در سرای مغان رُفته بود و آب زده
نشسته پیر و صلائی بشیخ و شاب زده
سبوکشان همه در بندگیش بسته کمر
ولی ز طرف کُله خیمه بر سحاب زده
وصال دولتِ بیدار ترسمت ندهند
که خفتهٔ تو در آغوش بخت خواب زده
بیا بمیکده حافظ که بر تو عرضه کنم
هزار صف ز دعاهای مستجاب زده

دوش رفتم بدرِ میکده خواب آلوده
خرقه تر دامن و سجّاده شراب آلوده
آشنایانِ رهِ عشق درین بحرِ عمیق
غرقه گشتند و نگشتند به آب آلوده
گفت حافظ بدو نکته بیاران مفروش
آه ازین لطف بانواعِ عتاب آلوده

سحرگاهان چو مخمور شبانه
گرفتم باده با چنگ و چغانه
نهادم عقل را زاد ره از مے
بشهر مستیش کردم روانه
نه بندی زا امیال طرفے کمر وار
اگر خود را ببینی در میانه

برو این دام بر مرغ دگر نه   که عنقا را بلند است آشیانه
ندیم و مطرب و ساقی همه اوست   خیال آب و گل در ره بهانه
بده کشتی می تا خوش برآییم   ازین دریای ناپیدا کرانه
وجود ما معماییست حافظ   که تحقیقش فسون است و فسانه

عید است و موسم گل ساقی بیار باده   هنگام گل که دیده بی می قدح نهاده
زین زهد پارسائی بگرفت خاطر من   ساقی پیاله‌ای ده تا دل شود گشاده
این یک دو روز دیگر گل را غنیمتی دان   گر عاشقی طرب کن با ساقیان ساده

عیشم مدام است از لعل دلخواه   کارم بکام است الحمد لله
ما را بمستی افسانه کردند   پیران جاهل شیخان گمراه
از قول زاهد کردیم توبه   وز فعل عابد استغفر الله
رو بر نتابم از راه خدمت   سر بر ندارم از خاک درگاه
از صبر عاشق خوشتر نباشد   صبر از خدا خواه صبر از خدا خواه
دلق ملمع زنار راه است   صوفی نداند این رسم و این راه
دیشب بروبش خوش بود و تیم   از وصل جانان صد لوحش الله
شوق رخت برد از یاد حافظ   ورد شبانه درس سحرگاه

گر تیغ بارد در کوے آں ماه
گردن نهادیم الحکم لله

من رند و عاشق آنگاه توبه
استغفرالله استغفرالله

آیینِ تقوی ما نیز دانیم
اما چه چاره با بختِ گمراه

ما شیخ و زاهد کمتر شناسیم
یا جامِ باده یا قصه کوتاه

حافظ نبودے زینگونه بیدل
گرمی شنیدے پندِ نکوخواه

نصیبِ من چو خرابات کرده است اله
دریں میانه بگو زاهدا مرا چه گناه

کسے که در ازلش جامِ مے نصیب افتاد
چرا بحشر کنند ایں گناه را در خواه

بگو بزاهدِ سالوس و خرقه پوش و دورو ے
که دستِ زرق دراز است و آستیں کوتاه

ق

تو خرقه را ز برائے هوا همی پوشی
که تا بزرق بری بندگانِ حق از راه

مرادِ من ز خرابات چونکه حاصل شد
دلم ز مدرسه و خانقاه گشت سیاه
برو گدائے درِ هر گدائے شو حافظ
تو ایں مراد نیابی مگر بفضل اللہ

وصالِ او ز عمرِ جاوداں بہ
خداوندا مرا آں دہ کہ آں بہ
بشمشیرم زد و با کس نگفتم
کہ رازِ دوست از دشمن نہاں بہ
دلا دائم گدائے کوئے او باش
بحکمِ آں کہ دولت جاوداں بہ
بخلدم زاہدا دعوت مفرمائے
کہ ایں سیبِ زنخ زاں بوستاں بہ
خدا را از طبیبِ من بپرسید
کہ آخر کے شود ایں ناتواں بہ
چہ نا سر متاب از پندِ پیراں
کہ رائے پیر از بختِ جواں بہ
سخن اندر دہانِ دوست گوہر
ولیکن گفتۂ حافظ ازاں بہ

ی

آمد ز عرش نقد ست کسے را کہ دریں جا
یار ہست چہ حور ست و سرائے چو بہشتے
تا کیستم و نیلے و آباپیر لِ ناداں
جیب است ز خوبجگہ شود عاشق بہشتے

چو سلک دُرِّ خوش آبست نظم شعر تو حافظ
که گاه لطف سبق می برد ز نظم نظامی

اکنون که ز گل باز چمن شد چو بهشتے
ساقی مے گلگوں بطلب بر لب کشتے

گر محتسبت بر کدوے باده زند سنگ
بشکن تو کدوئے سر او نیز بخشتے

جهل من و علم تو فلک را چه تفاوت
آنرا که بصر نیست چه خوبے و چه زشتے

زاهد مکنم نسیه حکایت که به نقدم
ترکے است چو حور و سرائے چو بهشتے

بر خاک در خواجه که ایوان کمال است
گر بالش زر نیست بسازیم بخشتے

اے باد نسیم یار داری
زاں نفحهٔ مشکبار داری

روزے برسی بوصل حافظ
گر طاقت انتظار داری

اے بے خبر بکوش که صاحب خبر شوی
تا راه بیں نباشی کے راه بر شوی

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
هاں اے پسر بکوش که روزے پدر شوی

گر نور عشق حق بدل و جانت اوفتد
باللّٰه کز آفتاب فلک خوب تر شوی

از پائے تا سرت همه نور خدا شود
در راه ذو الجلال چو بے پا و سر شوی

گر در سرت هوائے وصال است حافظا
باید که خاک درگه اهل بصر شوی

اے باد نسیم خوباں داد از غم تنہائی
اے درد توام درماں در بستر ناکامی
مشتاقی و مہجوری دور از تو چناں کرد
دائم گل ایں بستاں شاداب نمی ماند
در دائرہ قسمت ما نقطۂ پرکاریم
فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست
یارب بکہ بتواں گفت ایں نکتہ کہ در عالم

دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی
وے یاد توام مونس در گوشۂ تنہائی
کز دست بخواہد شد پایان شکیبائی
دریاب ضعیفاں را در وقت توانائی
لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی
کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی
رخسارہ بکس ننمود آں شاہد ہر جائی

اے از رخ تو پیدا انوار پادشاہی
جائے کہ برق عصیاں بر آدم صفی زد
حافظ چو دوست ازتو گہ گاہ می برد نام

در فکرت تو پنہاں صد حکمت الٰہی
ما را چگونہ زیبد دعوائے بیگناہی
رنجش ز بخت منما باز آ بعذر خواہی

ایدل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی
بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی
در مقامے کہ صدارت بفقیراں بخشند
چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزوں باشی

تاجِ شاہی طلبی گوہرِ ذاتی بنما / ور خود از گوہرِ جمشید و فریدون باشی
در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں / شرطِ اول قدم آنست کہ مجنوں باشی
ساغرے نوش کن و جرعہ بر افلاک فشاں / تا بچند از غمِ ایام جگرخوں باشی
حافظ از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست / ہیچ خوشدل نپسندد کہ تو محزوں باشی

ای دل بکوئے عشق گذارے نمی کنی / اسباب جمع داری و کارے نمی کنی
چوگانِ کام در کف و گوئے نمی زنی / بازے چنیں بدست و شکارے نمی کنی
ایں خوں کہ موج میزند اندر جگر چرا / در کار رنگ و بوئے نگارے نمی کنی
گر دیگراں بجاں غمِ جاناں خریده اند / ایدل تو ایں معاملہ بارے نمی کنی
ترسم کزیں چمن نبری آستینِ گل / کز گلبنش تحمل خارے نمی کنی

اے قصۂ بہشت ز کویت حکایتے / آبِ خضر ز نوش لبانت کنایتے

ایکہ بر ماہ از خطِ مشکیں نقاب انداختی / لطف کردی سایۂ بر آفتاب انداختی
از فریبِ نرگسِ مخمور و چشمِ مے پرست / حافظِ خلوت نشیں را در شراب انداختی

ایکہ دایم بخویش مغروری / گر ترا عشق نیست معذوری

روی زرد است و آه درد آلود — عاشقان را گواه رنجوری

رنج ما را که توان برد بیک گوشه چشم — شرط انصاف نباشد که مداوا نکنی

نقل هر جور که از خلق کریمت گویند — قول صاحب غرضانست تو ابنها نکنی

بر تو گر جلوه کند شاهد ما ای زاهد — از خدا جز می و معشوق تمنا نکنی

ای که در کوی خرابات مقامی داری — جم وقت خودی ار دست بجامی داری

کامی گر مطلبد از تو غریبی چه شود — تو بی امروز درین شهر که نامی داری

ای که مهجوری عشاق روا میداری — بندگان را ز بر خویش جدا میداری

تو بتقصیر خود افتادی ازین در محروم — از که می نالی و فریاد چرا میداری

ایدل خام طمع شرمی ازین قصه بدار — کار نا کرده چه امید عطا میداری

حافظا عادت خوبان همه جورست و جفا — تو کزین طایفه امید وفا میداری

این خرقه که من دارم در رهن شراب اولی — وین دفتر بی معنی غرق می ناب اولی

من حال دل زاهد با خلق نخواهم گفت — کاین قصه اگر گویم با چنگ و رباب اولی

چون پیر شدی حافظ از میکده بیرون رو — رندی و هوسناکی در عهد شباب اولی

با مدعی مگویید اسرار عشق و مستی	تا بیخبر بمیرد در رنج و خود پرستی
با ضعف و ناتوانی همچون نسیم خوش باش	بیماری اندرین غم خوشتر ز تندرستی
خار ار چه جان بکاهد گل عذر آن بخواهد	سهل است تلخی مے در جنب ذوق مستی
صوفی پیاله پیما زاهد قرابه پر کن	اے کوته آستینان تا کے دراز دستی
در حلقهٔ مغانم دوش آن پسر چه خوش گفت	با کافران چه کارت گر بت نمی پرستی
فراق و وصل چه باشد رضاے دوست طلب	که حیف باشد ازو غیر او تمنائے
برو زاهد بامیدے که داری	که دارم همچنان امیدواری
مرا در رشتهٔ دیوانگان کش	که مستی خوشتر است از هوشیاری
به پرهیز از من اے صوفی به پرهیز	که کردم توبه از پرهیزگاری
بشنو این نکته که خود را ز غم آزاده کنی	خون خوری گر طلب روزی ننهاده کنی
آخر الامر گل کوزه گران خواهی شد	حالیا فکر سبو کن که پر از باده کنی
جهد بنما که در ایام گل و عهد شباب	عیش با آدمی چند پریزاده کنی
تکیه بر جاے بزرگان نتوان زد بگزاف	مگر اسباب بزرگی همه آماده کنی
کار خود گر بخدا باز گذاری حافظ	اے بسا عیش که با بخت خداداده کنی

بصوت بلبل و قمری اگر ننوشی مے
خزینه داری میراث خوارگان کفر است

علاج کے کنمت آخر الدوا الکے
بقول مطرب و ساقی بفتوی دف و نے

بفراغ دل زمانے نظرے بماہروئے
به از آں که چتر شاهی همه روز ہا وہوئے
مکن اے صبا مشوش سر زلف آں پری را
که ہزار جان حافظ بفدائے تار موئے

بگرفت کار حسنت چوں عشق من کمالے
خوش باش زانکه نبود این هر دو را زوالے
آندم که با تو باشم یک سال هست روزے
واندم که بے تو باشم یک روز هست سالے

بلبل ز شاخ سرو بگلبانگ پہلوی
جمشید جز حکایت جام از جهاں نبرد
خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن
ور دیشم گدا و برابر نمی کنم

میخواند دوش درس مقامات معنوی
زنہار دل مبند بر اسباب دنیوی
کایں عیش نیست درخور اورنگ خسروی
پشمیں کلاہ خویش بصد تاج خسروی

این قصه عجب شنو از بخت واژگون ‏— ما را بکشت یار بانفاس عیسوی
دهقان سالخورده چه خوش گفت با پسر ‏— کای نور چشم من بجز از کشته ندروی
ساقی مگر وظیفهٔ حافظ زیاده داد ‏— کاشفته گشت طرهٔ دستار مولوی

ثنا با ما مگذار این کینه داری ‏— که حق صحبت دیرینه داری
بدرندان مگوای شیخ هشدار ‏— که با حکم خدائی کینه داری
نمی ترسی ز آه آتشینم ‏— تو دانی خرقهٔ پشمینه داری
ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ ‏— بقرآنی که اندر سینه داری

بیار باده و بازم رهان ز رنجوری ‏— که هم بباده توان کرد دفع مخموری
زسحر غمزهٔ فتان خویش غره مباش ‏— که آزمودم و سودی نداشت مغروری
بیک فریب بدادم عنان خویش از دست ‏— دریغ آنهمه زهد و صلاح و مستوری
بعشق زنده بود جان مرد صاحبدل ‏— اگر تو عشق نداری برو که معذوری
بهرکسی نتوان گفت راز دل حافظ ‏— مگر بدانکه کشیده است محنت دوری

بکش جفای رقیبان مدام و دل خوش دار
که سهل باشد اگر یار مهربان داری

تو مگر برلب جوئے ز ہوس بنشینی
ورنہ ہر فتنہ کہ بینی ہمہ از خود بینی

صبر بر جور رقیباں چہ کنم گر نہ کنم
عاشقاں را نبود چارہ بجز مسکینی

عجب از لطف تو اے گل کہ نشستی با خار
ظاہرا مصلحت وقت دراں می بینی

حیفم آید کہ خرامی بتماشائے چمن
کہ تو خوشتر ز گل و تازہ تر از نسرینی

گر امانت بسلامت ببرم باکے نیست
بیدلی سہل بود گر نبود بے دینی

سخن بیغرض از بندۂ مخلص بشنو
اے کہ منظور بزرگانِ حقیقت بینی

نازنینے چو تو پاکیزہ رخ و پاک نہاد
بہتر آنست کہ با مردمِ بد ننشینی

جاں فدائے تو کہ ہم جانی ہم جانانی
ہر کہ شد خاک درت رست ز سرگردانی

سر سری از سرِ کوئے تو نیارم برخاست
کار دشوار نگیرند بدیں آسانی

خام را طاقتِ پروانۂ پر سوختہ نیست
نازکاں را نرسد شیوۂ جان افشانی

کاش کردند رقیبانِ تو ستر دل من
چند پوشیدہ بماند خبرِ پنہانی

در خمِ زلفِ تو دیدم دلِ خود تا روزے
گفتمش چونی و چوں میبرہی اے زندانی

ق

گفت آرے چہ کنم گر نہ بری رشک بمن
ہر گدارا نبود مرتبۂ سلطانی

راستی حد تو حافظ نبود صحبت ما
بس اگر بر سرِ ایں کوئے کنی سگبانی

حافظ مقیم درگہ او باش و عیش کن
کاندر بہشت بہتر ازیں گوشہ نیست جاے

چوں در جہانِ خوبی امروز کامگاری
شاید کہ عاشقاں را کامے ز لب برآری
ما بندہ ایم و عاجز تو خواجہ و فادر
گر میکشی بزورم ور می کُشی بزاری
دُکانِ عاشقی را بسیار مایہ باید
دلہاے ہمچو آتش چشماں رودباری
آخر ترحمے کُن بر حال زار حافظ
تا چند نا امیدی تا چند خاکساری

چہ بودے ار دلِ آں ماہ مہرباں بودے
کہ کار ما نہ چنیں بودے ار چناں بودے
اگر نہ دائرہ عشق راہ بربستے
چو نقطہ حافظِ بیدل دراں میاں بودے

چہ قامتی کہ ز سر تا قدم ہمہ جانی | چہ صورتی کہ بہیچ آدمی نمی مانی

خوشتر از کوئے خرابات نباشد جائے
گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائے
با ادب باش کہ ہرگز نہ تواند گفتن
سخن دیر مگر برہمن دانا سے ؛
رحم کن بر دل مجروح و خراب حافظ
زانکہ ہست از پے امروز یقین فردائے

در کوئے عشق شوکت و شاہی نمی خرند
اقبال بندگی کن و دعوائے چاکری
سلطان و فکر لشکر و سودائے تاج و گنج
درویش و امن خاطر و کنج قلندری
یک حرف صوفیانہ بگویم اجازت است
اے نور دیدہ صلح بہ از جنگ داوری

در ہمہ دیر مغاں نیست چو من شیدائے
خرقہ جائے گرو بادہ و دفتر جائے

کرده ام توبه بدستِ صنمِ باده فروش
که دگر مے نخورم بے رُخِ بزم آرائے

جوہہا بستہ ام از دیدہ بداماں کہ مگر
درکنارم بنشانند سہی بالائے

نرگس ار لاف زد از شیوهٔ چشمِ تو مرنج
نروند اہلِ نظر از پے نابینائے

ایں حدیثم چہ خوش آمد کہ سحرگہ می گفت
بر درِ میکدۂ بادف و نے ترسائے

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد
آہ گر از پے امروز بود فردائے

ہر آنکہ کنجِ قناعت بگنجِ دنیا دار	فروخت یوسفِ مصری بکمتریں ثمنے
شنیدہ ام کہ سگاں را قلادہ می بندی	چرا بگردنِ حافظ نمی نہی رسنے
فیضِ ازل بزور و زر ار آمدے بدست	آبِ خضر نصیبۂ اسکندر آمدے
حافظ مدار امیدِ فرج از مدارِ چرخ	دارد ہزار عیب و ندارد تفضلے

کیسهٔ سیم و زرت نیک بباید پرداخت
زین تمنا که تو از سیمبران می داری

زان مئے صاف کزو پخته شود هر خامے
گرچه ماهِ رمضانست بیاور جامے
روزه هرچند که مهمان عزیز است دلا
رفتنش موهبتے دان شدنش انعامے
مرغِ زیرک بدرِ صومعه اکنون نپرد
که نهاده است بهر مجلسِ وعظے دامے
گله از زاهدِ بدخو چه کنم رسم اینست
که چو صبحے بدمد درپیش افتد شامے
کو حریفے که شب و روز مے صاف کشد
بود آیا که کند یاد ز دُرد آشامے

طبیب راه‌نشین دردِ عشق نشناسد
برو بدست کن اے مرده‌دل مسیح دمے

دوام عیش و تنعم نہ شیوۂ عشق است
اگر معاشر مائی بنوش جام غمے
سزائے قدر تو شاہا بدست حافظ چیست
بجز نیاز شبے یا دعائے صبحدمے

حافظ دگر چہ می طلبی از نعیم دہر
مے می چشی و طرۂ دلدار می کشی

ساقیا سایہ ابرست و بہار و لب جوئے
من نگویم چہ کن ار اہل دلی خود تو بگوئے
بوئے یکرنگی ازیں قوم نیاید برخیز
دلق آلودۂ صوفی بمے ناب بشوئے
شکر ایزد کہ دگر بار رسیدی بہ بہار
سخن نیکی بشنا ان ورہ توفیق بگوئے
گفتی از حافظ ما بوئے ریا می آید
آفریں بر نفست باد کہ خوش بردی بوئے

فردا شراب کوثر و حور از برائے ماست
و امروز نیز ساقی مہرو و جام مے
حافظ حدیث سحر فریب خوشت رسید
تا حد چین و شام و باقصائے روم و رے

سحر با باد میگفتم حدیث آرزومندی
خطاب آمد کہ واثق شو بالطاف خداوندی

قلم را آں زباں نبود کہ سرّ عشق گوید باز
ورائے حدّ تقریر است شرح آرزومندی

دل اندر زلف لیلیٰ بند و کار عشق مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالات خردمندی

دریں بازار اگر سود است با درویش خرسند است
خدایا منعمم گرداں بدرویشی و خرسندی

ز شعر حافظ شیراز می گویند و می رقصند
سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

ق

سحرگہ رہروے در سرزمینے
ہمی گفت ایں معمّا با قرینے

کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف
کہ در شیشہ بماند اربعینے

گر انگشت سلیمانی نباشد
چہ خاصیت دہد نقش نگینے

درِ میخانہ بگشا تا بپرسم
مآل حال خود از پیش بینے

سحرم ہاتف میخانہ بدولتخواہی
گفت باز آئے کہ دیرینہ ایں درگاہی

همچو جم جرعهٔ مے کش که ز سرِّ ملکوت
پرتوِ جامِ جهاں بیں دهدت آگاهی
بانگِ ایانِ درِ میکده اے سالکِ راه
باادب باش گر از سرِّ خدا آگاهی

ق

بر درِ میکده رندانِ قلندر باشند
که ستانند و دهند افسرِ شاهنشاهی
خشت زیرِ سر و برتارکِ هفت اختر پائے
دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاهی
اگرت سلطنتِ فقر ببخشند اے دل
کمترین مُلکِ تو از ماه بود تا ماهی
قطعِ ایں مرحله بے همرهیِ خضر مکن
ظلمات است بترس از خطرِ گمراهی
تو درِ فقر ندانی زدن از دست مده
مسندِ خواجگی و مجلسِ تورانشاهی
اے سکندر ننشین و غمِ بیهوده مخور
که ببخشند تُرا آبِ حیات از شاهی

حافظ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار
عملت چیست کہ فردوس دو جہاں میخواہی

ز کوئے مغاں رو مگرداں کہ آنجا
فروشند مفتاح مشکلکشائی
مے صوفی افگن کجا می فروشند
کہ در تابم از دستِ زہد ریائی
مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع
بسے پادشاہی کنم در گدائی
بیاموزمت کیمیائے سعادت
ز ہم صحبتِ بد جدائی جدائی
مکن حافظ از جورِ گردوں شکایت
چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی

جوانی باز می آرد بیا دم
عروسی بس خوشی اے دخترِ رز
خرد در زندہ رود انداز و مے نوش

صدائے چنگ و نوشا نوش ساقی
دلے گرگہ سزاوارِ طلاقی
بگلبانگِ جوانانِ عراقی

نهانی الشیب من کل العذاری		سوی تقبیل خد أو اعتناقی
	در طریق عشق با زہی امن آسائش خطا است ریش باد آں دل کہ با درد تو جوید مرہمے اہل کام و ناز را در کوئے رنداں راہ نیست رہروے باید جہاں سوزے نہ خامی بیغمے	
	شہریست پر ظریفاں از ہر طرف نگارے یاراں صلائے عشق است گر می کنید کارے مے بغیش است بشتاب وقت خوش است دریاب سالے دگر کہ دارد امید نو بہارے چوں ایں گرہ کشایم ویں راز وا نمایم دردے و صعب دردے کاری و سخت کارے	
	صبا تو نکہت آں زلف مشکبو داری بیادگار بمانی کہ بوئے او داری	

نوائے بلبلت اے گل کجا پسند افتد
کہ گوش ہوش بمرغانِ ہرزہ گو داری
دعاش گفتم و خنداں بزیرِ لب میگفت
کہ کیستی تو و با ما چہ گفتگو داری
بہ کنج مدرسہ حافظ مجوئے گوہرِ عشق
قدم بروں نہ اگر میلِ جستجو داری

ساقی بہوش باش کہ غم در کمینِ ماست
مطرب نگاہ دار ہمیں رہ کہ میزنی
مے دہ کہ سر بگوشِ من آورد چنگ و گفت
خوش باش و پند بشنو ازیں پیر منحنی
ساقی بہ بے نیازی رندان کہ مے بیار
تا بشنوی ز صوتِ مغنی ہو الغنی

طفیلِ ہستیِ عشق اند آدمی و پری
ارادتے بنما تا سعادتے ببری

دعای گوشه‌نشیناں بلا بگرداند	چرا بگوشهٔ چشمی بما نمی‌نگری
مرا ازیں ظلمات آنکه رهنمائی کرد	دعای نیمشبی بود و گریهٔ سحری
عمر بگذشت به بیحاصلی و بوالهوسی	اے پسر جام میم ده که به پیری برسی
چه شکرهاست دریں شهر که قانع شده‌اند	شاهبازانِ طریقت به شکارِ مگسی
بال بگشا و صفیر از شجرِ طوبیٰ زن	حیف باشد چو تو مرغے که اسیرِ قفسی
تا چو مجمر نفسے دامنِ جاناں گیرم	دل بر آتش بنهادم ز پیے خوش نفسی
گفتی که دهم کامت و جانت بستانم	ترسم ندهی کامم و جانم بستانی
که برد به نزد شاهاں ز منِ گدا پیامے	که بکوئے میفروشاں دو هزار جم بجامے
اگر آں شرابِ خام است. اگر آں حریفِ پخته	بهزار بار بهتر ز هزار پخته خامے
تو که کیمیا فروشی نظرے بقلبِ ما کن	که بضاعتے نداریم و فگنده ایم دامے
ز رهم میفگن اے شیخ. بدانهائے تسبیح	که چو مرغ زیرک افتد نفتد بهیچ دامے
سرِ خدمتِ تو دارم بخرم. بهیچ مفروش	که چو بنده کمتر افتد بمبارکی غلامے
بگشائے تیرِ مژگاں و بریز خونِ حافظ	که چنیں کشنده را کس نکند انتقامے

می خواه و گل افشان کن از دهر چه میجوئی — این گفت سحرگه گل بلبل تو چه میگوئی
امروز که بازارت پر جوش خریدار است — دریاب و بنه گنجی از مایه نیکوئی
هر مرغ بدستانی در گلشن شاه آمد — بلبل بنواسازی حافظ بدعاگوئی

نوبهار است در آن کوش که خوشدل باشی — که بسی گل بدمد باز و تو در گل باشی
چنگ در پرده همی میدهدت پند ولی — وعظت آنگاه دهد سود که قابل باشی
من نگویم که کنون با که نشین و چه بنوش — که تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی
در چمن هر ورقی دفتر حالی دگر است — حیف باشد که ز حال همه غافل باشی
گرچه راهیست پر از بیم ز ما تا بر دوست — رفتن آسان بود ار واقف منزل باشی
نقد عمرت ببرد غصه دنیا بگزاف — گر شب و روز درین قصه باطل باشی

جان و دل تو حافظا بستهٔ دام آرزوست — ای متعلق خجل دم مزن از مجردی

نوش کن جام شراب یکمنی — تا بدان بیخ غم از دل بر کنی
دل بی بربند تا مردانه وار — گردن سالوس و تقوی بشکنی

من ارچه حافظ شهرم جوی نمی ارزم — مگر تو از کرم خویش یار من باشی

هوا خواهِ تو ام جانا و می دانم که می دانی — که هم نادیده می بینی و هم ننوشته می خوانی
ملامت گر چه دریابد ز راز عاشق و معشوق — نه بیند چشمِ نابینا خصوص اسرار پنهانی
ملک در سجدهٔ آدم زمیں بوس تو نیت کرد — که در حسنِ تو چیزے یافت غیر از طور انسانی
بیفشاں زلف و صوفی را ببازی و رقص آور — که از ہر رقعهٔ دلقش ہزاراں بت بیفشانی
گشادِ کارِ مشتاقاں دراں ابروے دلبند است — خدا را یک نفس با ما گره بگشا ز پیشانی
امید از بخت میدارم که بگشایم کمر بندت — باں شرطیکه خاطر را ازیں مسکیں نرنجانی

گرچه دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم — بُعدِ منزل نبود در سفرِ روحانی

ز کوے یار می آید نسیم بادِ نوروزی
ازیں باد ار مدد خواہی چراغِ دل برفروزی
چو گل گر خردهٔ داری خدا را صرفِ عشرت کُن
که قاروں را غلطها داد سودائے زراندوزی
سخن در پرده میگویم چو گل از پرده بیروں آئے
که بیش از پنج روزے نیست حکمِ میرِ نوروزی
مے دارم چو جاں صافی و صوفی میکند عیبش
خدایا ہیچ عاقل را مبادا بختِ بدروزی

جدا شد یار شیرینت کنون تنها نشین ای شمع
که حکم آسمان اینست اگر سازی وگر سوزی

بعجب علم نتوان شد ز اسباب طرب محروم
بیا زاهد که جاهل را ز باده میرسد روزی

ندانم نوحهٔ قمری بطرف جویباران چیست
مگر او نیز همچون من غمی دارد شبا روزی

به بستان رو که از بلبل طریق عشق گیری یاد
بمجلس آی کز حافظ سخن گفتن بیاموزی

بوصلش گر مرا روزی رهی بر آن فرصتی بودی
نگفتی کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم

مبارک ساعتی بودی چه خوش بودی اگر بودی
اگر طوطی طبعش را ز لعل او شکر بودی

ختم شد

تنقید لسان الغیب

※

دیوان حافظ کی مکمل ترین اردو شرح "لسان الغیب" کے نام سے جناب میر ولی اللہ صاحب بی اے وکیل ایبٹ آباد نے چار جلدوں میں شائع کی ہے۔ اس شرح کی مکمل تنقید مولوی ابوالحسن صاحب صدیقی بدایونی نے ۱۹۱۶ء میں اور اس کے بعد رسالوں اور اخبارات میں لکھی تھی۔ وہ تمام تنقیدی مضامین رسالے کی صورت میں چھپکر تیار ہوگئے ہیں۔ اس تنقید میں شرح اور متن کی غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے۔ جو لوگ لسان الغیب کو خرید چکے ہیں۔ ان کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اس رسالے کو اپنے کتب خانہ میں جگہہ دیں۔ قیمت آٹھ آنہ فیجلد علاوہ محصول ڈاک

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔